

۳۳۴

۵۰۰

بنی المطالب

۵۰۰

+ بنی المطالب

بنی المطالب



شرف  
ص ١٥

٤٥٠

بِزْوَقِ قِصَّةٍ مِنْ سَيِّدِ مَكِّيَّةٍ



۵۷۹  
۱۰۰  
۱۰۰

خبر سرده دلف فینتی ۱۰۰ سر ضروری ۲۲۴

# اسنی المطالب<sup>۳۱</sup> نجات ابطال

یہ کتاب در صل زبان عربی میں جناب مفتی احمد بن زبیری محلان متولی  
سجد الحرم مکہ معظمہ کی تالیفات کے مفتی صاحب صوف مذہب شافعی  
کے مفتی میں انہوں نے اس کتاب کے علامہ نبیل بید محمد بن رسول برزنجی کی  
تالیفات سے مرتب فرما کر مصر کے مطبع میں بزبان عرب طبع کرایا تھا  
یہی ہے یہ رسالہ بذریعہ جناب عنایت علیہ صاحب محافظ کتب خانہ  
تاجران کتب میرے پاس آیا چونکہ مفتی صاحب نے باوجود ہستی اللہ ہیٹ نیکنے  
شکر ان نجات جناب ابطال علیہ السلام کا قطع و قمع فرمایا ہے بنا بران لہذا  
اشاعت امر حق بندہ اول الکونین بید علی حسین نے اسکا ترجمہ بزبان  
اردو کرکے شائع کیا ائمہ جناب باری سے یہ ہے کہ ارحم الراحمین اپنے  
فضل و کرم سے اس رسالہ کو میری مغفرت کا ذریعہ قرار دینگا

بمطبع یوسفی دہلی باہتمام پید علی حسین  
مالک مطبع طبع شد

کتابخانہ وقف مسجد مبارک

مفتی یوسفی دہلی



# فهرست کتب موجوده کتبخانه مطبع یوسفی در بهلی

نمبر کتاب	نام کتاب	قیمت	نمبر کتاب	نام کتاب	قیمت
۱	کارآمد ذاکرین عظام حنین	۵ ر	۱۴	قرآن مجید اردو	عقدا
۲	خلاصه الطاعات	۶ ر	۱۵	حیات القلوب فارسی <sup>عجله</sup>	عقدا
۳	فراندهیه	۶ ر	۱۶	عین الحیات (فارسی)	عقدا
۴	گلدسته نور	۳ ر	۱۷	ایضا کاغذ خامی	عقدا
۵	مثنوی فوائد آخرت	۴ ر	۱۸	رساله سبعة	۳ ر
۶	ارشاد النعم لدفع الیئم	۱ ر	۱۹	تحفه جوادیه (اردو)	عقدا
۷	گلدسته جنان	عقدا	۲۰	جنگ جبل	۲ ر
۸	غزوة الحیدریه	۱ ر	۲۱	رساله اعتقادیه (عربی)	۴ ر
۹	عقد المتعاقدين	۱ ر	۲۲	تفسیر عفت (اردو نظم)	۶ ر
۱۰	تبصره الاطفال	۱ ر	۲۳	رساله نخبه (اردو)	۳ ر
۱۱	خمس تجاود	۱۰ ر	۲۴	منہج الوصول (اردو)	۳ ر
۱۲	مثنوی مائده (فارسی)	۱۰ ر	۲۵	مخاربه حق (اردو)	۶ ر
۱۳	نجوم السمار (فارسی)	عقدا	۲۶	تحفه الاحباب (اردو)	۱۰ ر



قَالَ جَلَّ مِنْ أَعْلَى رُفْعِ كَرَمِ انْثَا

الحمد لله الذي رساله شريفه تشفيتم كميل ايمان والدراج غائب كل غائب

ترجمه ايشيه المطاوع  
سنة ١٢٠٠  
مخات بنطالسم

ترجمه جناب منشی مارید بقبول احمد صاناناب بیرونین مدرسه اشاعه شیرازی

بمطبع یوزک هلاطبع شد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین  
اتاہ بعد عاصی وگناہ گار فقیر حقیر خادم طلباء مسجد حرام امینہ وانشاء  
ورحمت باری تعالیٰ احمد بن زینی دحلان بیان کرتا ہے کہ  
میں نے اتفاق سے علامہ نبیل مولانا سید محمد بن رسول بزرگنجی کی تالیف  
جلیل کو دیکھا جنکی وفات سنۃ ۱۲۸۵ھ میں ہوئی ہے اس میں مولانا صاحب  
موصوف نے نجابت والدین جناب رسالتاب کو ثابت کیا ہے اور  
اسکے ذیل میں آپکے عم بزرگوار حضرت ابی طالب کی نجابت کو اور ثبوت  
میں کتاب و سنت و اقوال علماء سے ایسی ایسی دلیلین دی ہیں اور  
نصوص کے ایسے صحیح صحیح معنی لکھے ہیں کہ ظاہر گو وہ خلاف معلوم  
ہوتی تھیں مگر غور کرنے سے انہیں سے نجابت کا کامل یقین ہو جاتا ہے

در آراء و افکار علامہ ربیعہ رحمہ اللہ  
مترجمہ و تفسیر علامہ ربیعہ رحمہ اللہ  
مترجمہ و تفسیر علامہ ربیعہ رحمہ اللہ



علامہ بزرگنجی نے اس باریمین وہ رستہ اختیار کیا ہے کہ پہلے کہنے نہ کیا تھا انکو  
 منکرینِ نجات کی ہر ایک لیل کو پرکھا ہے اور اسی کو الٹ کر حجتِ نجات  
 ثابت کیا ہے اور جن جن شبہات سے عدمِ نجات کا استدلال ہو سکتا تھا  
 انکو پورا پورا زائل کیا ہے اور اپنے دعوے کی کافی دلیلین دی ہیں۔ اس  
 بحث میں اکثر مقامات ایسے پیچیدہ اور باریک ہیں کہ سوائے بڑے بڑے  
 عالموں کے اور کسی کی سمجھ ہی میں نہیں آتے اور خاصکر طلباء کو تو اسکا سمجھنا  
 از بس دشوار ہے اور بعض باتیں نفسِ مطلب کے زائد بھی ہیں گو انکے بیان سے  
 ثبوت کو تقویت پہنچتی ہے اور بیان کی تفتیح ہوتی ہے لہذا میں نے ارادہ کیا  
 کہ ان چند اوراق میں وہ مقاصد جسے حضرت ابوطالب کی نجات ثابت  
 ہوتی ہے لکھ دوں کہ انکا دیکھنے والا ہر موقع پر غالباً اُنے مقامات باریک  
 کی عبارت کو حتی الامکان آسان کر دیا ہے اور زائد از بیان کو محذوف اور  
 جہانِ جہان مناسب مضمون باتیں وقتاً فوقتاً سمجھ میں آئی ہیں بڑھادی  
 ہیں پس امید ہے کہ یہ مجموعہ میرے مقصد کے لئے انشاء اللہ کافی و وافی ثابت  
 ہوگا اور دیکھنے والے کو نفع پہنچائیگا۔ اسکا نام اسنی المطالب فی  
 نجات ابیطالب رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دستِ بدعا ہوں

ترجمہ سنی المطالب  
 فی نجات ابی طالب  
 ص ۳  
 (توق)



کہ بحق محمد علیہ وعلی آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والسلام میری اعانت فرمائے اور  
 مجھے توفیق خیر و راستی عطا کرے اور میرا انجام بخیر ہو **آغاز مقصد علامہ**  
 برزنجی نے اول دلائل و براہین سے اور ان اقوال سے جو محققین کے نزدیک  
 نہایت مستند ہیں حضرت ابو طالب کا مومن ہونا اور پھر نجات پانا ثابت کیا ہے  
 اثبات ایمان اولاً لفظ ایمان کے معنی پر موقوف کی ہے اور شرعی معنی اس کے  
 یہ ہیں کہ خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کو اور جو کچھ خدا کے پاس ہے رسول  
 کی معرفت پہنچا اُسے برحق جانے۔ اور لفظ اسلام کے شرعی معنی یہ ہیں کہ افعال  
 ظاہر شرع کا پابند ہو۔ اور اس پر حدیث جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم  
 دلالت کرتی ہے کہ فرمایا **أَجْنَابُ الْإِسْلَامِ عَلَانِيَةٌ وَالْإِيمَانُ فِي الْقَلْبِ**  
 یعنی اسلام ظاہر ہے اور ایمان باطن۔ کبھی یہ دونو مجتمع ہو جاتے ہیں اور یہ ایسے  
 شخص میں جو زبان سے اقرار شہادتین کرتا ہو اور دل میں انکی تصدیق کرتا ہو  
 اور منافق کی حالت میں اسلام ایمان سے جدا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ زبان سے  
 اقرار شہادتین کرتا ہے اور احکام ظاہر کا پابند ہو مگر دل میں انکی تصدیق نہیں  
 کرتا بلکہ جھوٹ جانتا ہے۔ اور ایمان اسلام سے ایسے شخص کی حالت میں جدا  
 ہو جاتا ہے جو دل میں تصدیق کرتا ہو مگر زبان سے نہ اقرار شہادتین کرے



نہ افعال ظاہر شرع کا پابند ہو یا تو از روئے بغض و عناد کے جیسا کہ بہت سے  
 علماء یہود جانتے تھے کہ ہمارے رسول خدا سچے رسول ہیں مگر نہ اقرار شہادتین  
 کرتے تھے نہ آپکا اتباع کرتے تھے نہ اس کلام کو مانتے تھے جو جانب پروردگار سے  
 ہذر لیغہ وحی حضرت پر اتر ا تھا اور خود خدا تعالیٰ نے اس کے باریکین ارشاد فرمایا ہے  
 یَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ وَهُوَ اُسکو ایسا جانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو  
 تسپر بھی وہ اقرار رسالت بسبب بغض کے نہ کرتے تھے گو دلو نہیں جانتے تھے کہ  
 آپکا دعویٰ رسالت بجا اور درست ہے پس ایسے لوگ ملین ایمان رکھنیوالے اور  
 ظاہرین تکذیب کرنیوالے تھے مگر چونکہ انکی تکذیب ظاہری از روئے بغض و  
 عناد تھی لہذا انکا ایمان باطنی انہیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں اگر ظاہری  
 پابندی نہ کرنا یا اقرار شہادتین نہ کرنا بسبب کسی عذر کے ہو نہ از روئے عناد  
 کے تو وہ ایمان باطنی مومن کو عِنْدَ اللّٰهِ دَارُ الْاٰخِرَةِ میں نفع پہنچا بیگا مگر  
 چونکہ ظاہرین وہ مومن کفار سے معاملہ رکھتا ہے پس حسبِ حکام دنیا سے  
 کافر کہہ سکتے ہیں۔ رہا وہ عذر جو اطاعتِ ظاہری سے مانع ہے اس کے کسی  
 سبب سے ہیں از آنجملہ خوفِ ظالم ہے کہ مومن ڈرتا ہو کہ اگر میرا اسلام و اتباع  
 معلوم ہو جائیگا تو میں قتل کیا جاؤنگا یا مجھے ایسی ایذا دی جائیگی جسکا تحمل



نہوں سکوں یا میری اولاد اور عزیز و اقارب میں سے کسی کو آزار پہنچا پس ان سب سے  
 اُسے اسلام کا چھپانا جائز ہے بلکہ اگر ظالم جبراً اُس سے اقرار کفر کر لے تو اُسکے لئے  
 وہ بھی جائز ہے چنانچہ خود باری تعالیٰ نے اس امر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا  
 اَلَا مَن اَكْرَهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِن مِّنْ شَرَحٍ بِالْكَفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ  
 غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ترجمہ سوائے اُسکے جس پر جبر کیا جائے  
 مگر اُس کا دل ایمان سے مطمئن ہو لیکن جسکے دل کفر پر کھلے ہوئے ہیں اُن پر اللہ کا  
 غضب ہے اور اُنکے لئے بڑا عذاب ہے۔ اور حضرت ابوطالب کی اطاعت ظاہری  
 سے باز رہنا اسی قبیل سے تھا کہ وہ اپنے بھتیجے ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لئے خائف تھے حضرت کے حامی و ناصر تھے۔ اور ہر طرح کی  
 ایذا سے دفع کرتے تھے کہ آپ خدا کا پیغام پہنچا پین۔ کفار قریش کا یہ حال  
 تھا کہ حضرت ابوطالب کی رعایت و حمایت کے باعث جناب رسول خدا کو  
 ایذا نہ دے سکتے تھے کیونکہ بعد حضرت عبدالمطلب کے وہ سردار قریش تھے اور  
 ان کا حکم قریش پر جاری تھا اور اُنکی حمایت کو وہ یہ سمجھ کے مانتے تھے کہ ابوطالب  
 ہمارے دین و ملت پر ہیں اگر یہ خبر ہو جاتی کہ وہ اسلام لے آئے ہیں اور تابعین  
 رسول سے ہیں تو اُنکی حمایت و نصرت ماننی تو درکنار ان کا اُسے لڑتے اور



جناب رسول خدا سے کہیں زیادہ انہیں ایذا دیتے۔ یہیں ذرا شک نہیں کہ یہ عند  
حضرت ابی طالب کے لائق قوی تھا کہ جناب رسول خدا کی اطاعت ظاہری سے باز رہتا  
کیونکہ اس طرح وہ انہیں جتاتے تھے کہ میں تمہارے دین و ملت پر ہوں اور  
حمایت رسول بسبب ترابت کرتا ہوں۔ اور کفار کو بھی یہی گمان تھا کہ  
انکی حمایت حمیت مشہورہ عرب کے باعث ہے نہ اطاعت دین کے سبب  
چنانچہ آگے مفصل معلوم ہوگا۔ انکا دل جناب رسول خدا کی تصدیق سے بڑھا  
کیونکہ وہ معجزات ظاہرہ دیکھتے تھے اور یہ ان اقوال سے معلوم ہوگا جو  
اسپر ولالت کرتے ہیں اور ایسے بھی اقوال آئیں گے جسے کفار کو گمان ہوتا  
تھا کہ یہ ہمارے دین پر ہیں اور بنی کے پیرو نہیں ہیں اور اُن کے مطلب بھی انکا  
یہی تھا کہ پیروی رسول خدا کا شبہ اور اس امر کی تہمت انکی ذات پر عائد  
نہو سکے تاکہ انکی حمایت و نصرت جاری رہے۔ اس کے بعد علامہ ہرزنجی نے  
اختلاف علماء کو اس بارے میں بیان کیا ہے کہ آیا اقرار شہادتین جزو ایمان ہے  
یا محض اجرائے احکام دنیا کے لئے شرط ہے پھر انہوں نے اس سے دو  
طرح پر ترتیب دیا ہے کہ بعض کے نزدیک وہ جزو ایمان ہے اور اس کا  
تبارک باوجود قدرت رکھنے کے کافر ہے اور ابدالہ باوجود جہنم میں جلیگا اور



بعض کے نزدیک محض اجراء احکام دنیا کے لئے شرط ہے اور اس حالت  
 میں تارکِ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہنے کا۔ یہاں سے مختلف اقوال بیان کئے ہیں  
 سفاقی نے شرح تمہید میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت  
 کی ہے کہ ایمان فقط تصدیق کا نام ہے اور یہ روایت نہایت صحیح ہے  
 علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ اقرار زبانی اجراء  
 احکام کے لئے شرط ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص رسول کی اور جو کچھ خدا کی طرف سے  
 اُترا اسکی تصدیق کرتا ہو تو وہ خدا کے نزدیک مومن ہے گویا ان سے  
 اقرار نہ کرے۔ اور حافظ الدین النقی کا قول ہے کہ مذکورہ بالا  
 امام ابو حنیفہ کی روایت ہے اور دو معتبر روایتوں میں یہی مذہب  
 امام ابو الحسن اشعری کا ہے اور یہی ابو المنصور ماتریدی کا قول  
 ہے اور امام غفر الدین کا مواقف الایمان یہ قول ہے کہ ہمارے نزدیک  
 ایمان یہ ہے کہ جس امر میں یہ شخص علم رکھتا ہو کہ رسول کا آما ضرور تھا اسی  
 میں رسول کی تصدیق کرے۔ اور مواقف الایمان کے شارح سید الشیرازی  
 قول ہے کہ ہم امام ابو الحسن اشعری کے پیرو ہیں اور غزالی  
 نے احیاء علوم الدین میں اسی مذہب کو تسلیم کیا ہے بلکہ کچھ طول دیکر بیان



کیا ہے اور یہی قول ہے امام الحرمین کا اور بڑے بڑے علما کا اور قاضی  
 باقلانی کا اور استاد ابو اسحاق سفرائی کا اور تفتازانی نے  
 اسے جمہور محققین کی طرف منسوب کیا ہے اور اکثر احادیث سے استدلال  
 کیا ہے از انجملہ یہ ہے کہ فرمایا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص  
 دل سے یہ جانتا ہو کہ اللہ اسکا پروردگار ہے اور میں اسکا سچا بی بی ہوں تو  
 اسکا گوشت پوست آتش و فرج پر حرام ہے اس حدیث کو طبرانی نے کبیر  
 میں عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔ اور بخاری و مسلم نے عثمان  
 بن عفان سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے  
 کہ جو شخص مر گیا اور ہم جانتا تھا کہ سوائے خدا کے کوئی اسکا معبود نہیں ہے  
 وہ داخل جنت ہوگا۔ اور طبرانی نے سلمہ بن نعیم الاشجعی رضی اللہ عنہ سے  
 روایت کی ہے کہ فرمایا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص  
 ملاقات کر لیا اپنے پروردگار سے اس حال میں کہ کبھی شرک نہ کیا ہو وہ داخل  
 جنت ہوگا سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر اس نے زنا اور  
 چوری کی ہو اپنے فرمایا کہ گو اس نے زنا اور چوری بھی کی ہو علامہ  
 برزنجی لکھتے ہیں کہ احادیث شفاعت میں اس قبیل کی بہت سی



چیزیں ہیں یہاں تک کہ بیان کیا گیا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں چھوٹے سے چھوٹے سے چھوٹے رائی کے  
 دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ آتش و فرخ سے نکالا جائیگا اور آپ نے  
 لفظ ادنیٰ کو سہ کر فرمایا اور علامہ برزنجی نے ایک فصل کامل میں  
 ایسی ہی حدیثیں بیان کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کے دل  
 میں چھوٹے سے چھوٹے سے چھوٹے رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا  
 وہ ہمیشہ آتش جہنم میں نہیں رہیگا۔ اور تفتازانی نے شرح المقاصد  
 میں اور کمال ابن الہمام نے المسایرہ میں اور ابن حجر نے شرح  
 الاربعین میں نقل کیا ہے کہ تصدیق دلی شرط نجات ہے آخرت میں  
 بشرطیکہ مطالبہ اقرار شہادتین نہ کیا گیا ہو اور اگر اس سے مطالبہ کیا  
 گیا اور وہ از روئے بغض و عناد یا از روئے کراہت و انکار اسلام اقرار  
 لسانی سے باز رہا تو نجات نہیں پاسکتا۔ اس قید سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں  
 کہ اگر بعد مطالبہ کے اقرار لسانی بسبب کسی عذر صحیح کے نہ کرے اور عناد و  
 انکار نہ ہو اور اقرار نہ کرینو اے کا دل ایمان سے مطمئن ہو تو وہ شخص خدا  
 کے نزدیک فرہین ہے گو کلمات کفر بھی زبان سے نکالے اور اسکی یہ



حالت اسکے لئے مضر نہیں ہے کہ فرمایا رب العزت نے **إِلَّا مَن أَرَادَ وَوَقَّعَهُ**  
**مُطَمِّنًا لِّإِيمَانِهِ** پس یہ سب نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ایمان فقط  
تصدیق کا نام ہے۔ اب اسکے مقابلہ میں وہ اقوال ہیں کہ نرمی تصدیق کافی  
نہیں ہے بلکہ تصدیق کے ساتھ اقرار زبانی بھی شرط ہے اور جو شخص باوجود  
قدرت رکھنے کے اقرار لسانی نہ کرے تو وہ ہمیشہ آتش جہنم میں جلیگا اور یہ اکثر  
قول ہے اور **نومی** نے شرح مسلم میں نقل کیا ہے کہ اہلسنت کے محدثین  
و متکلمین فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور پیروں نے اسکے لفظ اتفاق لکھتے  
اعتراض بھی کیا ہے ابن حجر شرح الاربعین میں بیان کرتا ہے کہ ائمہ اربعہ  
میں سے ہر ایک کا قول ہے کہ تارک اقرار شہادتین مؤمن عاصی ہے اور یہی  
قول ہے بہت سے علما کا اور بعض تحقیق خفیہ کا جیسا کہ محقق کمال ابن الہمام  
وغیرہ نے بیان کیا کہ اقرار زبانی فقط اجراء احکام وینومی کے لئے شرط ہے  
پس کافی ہے یہ قول بیان سے علامہ برزنجی نے اختلاف علماء  
اس بارے میں بیان کیا ہے کہ آیا اقرار شہادتین الفاظ مقررہ ہی میں ہونا  
شرط ہے یا ایسے غیر مقررہ الفاظ میں بھی کافی ہو سکتا ہے جو ایمان پر دلالت  
کرتے ہوں اور اس میں علما کے دو قول بیان کئے ہیں بعض تو یہ کہتے



ہیں کہ الفاظ مقررہ میں اقرار شرط ہے اور سوائے اسکے اور میں کچھ نہیں ہے  
 مگر غالب قول دوسرا ہے کہ الفاظ معروف کی خصوصیت شرط نہیں ہے  
 اور ایمان الفاظ غیر معروف بھی صحیح ہو سکتا ہے عبارت علامہ  
 برزنجی کی طرح ہے پھر جاننا چاہئے کہ مراد اقرار شہادتین  
 سے اقرار الفاظ مخصوص میں نہیں ہے بر خلاف غزالی کے جیسا کہ توویح  
 روضہ میں لکھا ہے اور اُسے سب کی طرف منسوب کیا ہے اور حلیم سے  
 اپنی منہاج میں نقل کیا ہے کہ یہن کوئی فرق نہیں ہے کہ ایمان بغیر الفاظ  
 مخصوصہ کے منعقد ہو سکتا ہے اور وہ الفاظ کلمہ لا الہ الا اللہ ہیں  
 یہاں تک کہ اگر کوئی کہے لا الہ غیر اللہ یا لا الہ فاعدا اللہ یا لا الہ فایسوا  
 اللہ یا مامن للہ الا اللہ یا لا الہ الا الرحمن یا لا الرحمن الا اللہ یا لا الرحمن  
 الا الباری پس یہ سب لا الہ الا اللہ کے برابر ہی ہیں اور اسی طرح اگر کہے  
 محمد بنی اللہ یا مبعوثہ یا احمد یا الملیح یا اور اسی طرح کے الفاظ یا ادا  
 کر دے اس کو لغات عجمی میں تو اسلام اسکا صحیح ہے اور حکم مسلم کا اسکے  
 لئے ہو سکتا ہے اب علامہ برزنجی کہتے ہیں کہ جب تم  
 یہاں تک معلوم کر چکے تو اب ہم متواتر اخبار سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت



ابو طالب بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے آپ کی مدد و اعانت  
 و حفاظت کرتے تھے کہ آپ احکام دین پہنچائیں اور آپ کے قول کی  
 تصدیق کرتے تھے اور اپنی اولاد مثلاً حضرت علیؑ و حضرت جعفرؑ کو آپ کے  
 اتباع کی اور نصرت کی تاکید کرتے تھے اور اشعار میں آپ کی تعریف بیان  
 کرتے تھے جنہے تصدیق ثابت ہوتی ہے اور یہاں تک فرماتے تھے کہ  
 انکا دین حق ہے چنانچہ یہ شعر مشہور ہے ۛ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ دِينَ مُحَمَّدٍ  
 مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِّيَّةِ دِينًا تَرْجُمُهُ تَحْقِيقٌ مِمَّنْ جَانَتَا هُونُكَ مُحَمَّدٌ كَاوْنِ  
 دُنْيَاكَ ۛ اور سب دینوں سے بہتر ہے۔ اور ایک اور شعر آپ کے قول میں ہے  
 ۛ اَلْوَلَعْلَكُمَا اَنَا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا رَسُوْلًا كَوْنِي مَعَهُ ذَلِكَ  
 فِي الْكُتُبِ تَرْجُمُهُ کیا تم نہیں جانتے کہ ہنسے پایا ہے محمد کو موسیٰ جیسا  
 رسول اور یہ بات کتاب ہائے خدا سے ثابت ہے۔ اور اپنے قریش کو  
 بھی اتباع رسول کی وصیت کی اور فرمایا کہ واللہ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے  
 کہ گویا محمدؐ غالب آگیا اور عرب و عجم اسکے آگے ذلیل ہو گئے پس ایسا  
 نہو کہ کل عرب والے تم سے سبقت لیجائیں اور اس طرح تم سے سعید تر  
 ہو جائیں اور یہ وصیت اپنے بار بار کی ہے کبھی تو بنی ہاشم کو اور کبھی



کل قریش کو۔ اور اپنی وفات کے قریب قریش کو ایک بڑی لمبی چوڑی  
 وصیت کی جس کے الفاظ یہ تھے کہ اے گروہ قریش خدا نے اپنی مخلوق میں  
 سے تمکو برگزیدہ کیا ہے تم عرب کے دل ہو سروسر وار ہمیشہ تم میں سے ہوتا ہے  
 دلاور و فرخ سینہ بھی تم ہی میں سے ہوتا ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو  
 کہ عرب کی کل خوبیاں تم میں جمع ہیں اور سب بزرگیاں تم نے حاصل  
 کر لی ہیں اسی سبب تم لوگوں پر فضیلت رکھتے ہو اور وہ تمہارا وسیلہ  
 و صوندھتے ہیں اور تمہاری پناہ بنتے ہیں اور تمہارے لئے لڑنے میں  
 مستعد ہوتے ہیں اور میری یہ وصیت ہے کہ اس مکان کی یعنی کعبہ کی  
 قیلم کرنا کہ خدا اس میں خوش ہوتا ہے اور معاش کا سہارا اسی پر ہے  
 اور یہی کے ثبات سے تمکو قیام ہے اور اپنے اقربا سے یٹکی کرنا کیونکہ وہ  
 سے یٹکی کرنے میں عمر کی زیادتی اور اولاد کی کثرت ہوتی ہے اور بغاوت  
 و عقوق سے باز آنا کیونکہ انہیں دو باتوں کے سبب بہت سے تم سے  
 پہلے برباد ہو چکے ہیں اور اللہ کی طرف سے جو دعوت و منادی کرے  
 اسکی بات قبول کرنا اور مسائل کا سوال روزہ کرنا کیونکہ ان دونوں باتوں  
 میں شرف حیات و ممات ہے اور صدق مقال و ادائے امانت کو



لازم جاننا کہ لشہ خاص لوگون سے محبت پیدا ہوتی ہے اور عوام میں  
 عزت بڑھتی ہے اور میں محمد کے باریں تکوینی کرنیکی وصیت کرتا ہوں  
 کہ وہ امین قریش ہے اور عرب میں سب زیادہ سچا ہے اور جو کچھ میں تمہیں  
 وصیت کی ہے وہ ان سب خوبیوں کا جامع ہے اور ایسی چیز لیکر آیا ہے جس  
 دل تو قبول کرتا ہے مگر زبان بخوف اعداؤں کا انکار کرتی ہے اور خدا کی قسم  
 ہے مجھے یہ دکھائی دیتا ہے کہ فقراء عرب اور اطراف و جوانب کے باشندے  
 اور کمزور لوگون نے اُسکی دعوت قبول کر لی ہے اور اُسکے قول کو پیچ جان لیا  
 ہے اور اُسکے امر کو عظیم سمجھ لیا ہے اور وہ اُنکو ہمراہ لیکر موت کے بھنور میں  
 کود پڑا ہے پس وہ لوگ قریش کے سردار ہو گئے اور قریش کے سردار بول  
 خوار ہو گئے اُنکے گھر برباد ہو گئے اور جو کمزور تھے وہ مالک بن میٹھے اور  
 جو اپنے تئیں اُس سے بڑا سمجھتے تھے وہ اُسکے محتاج ہو گئے اور جو اُس سے  
 بہت بعید تھے وہ زیادہ فائدہ اٹھائی والے بن گئے۔ اہل عرب نے اُسکی  
 دوستی خالص دل سے قبول کر لی اور اپنے تئیں اُسکے حوالے کر دیا۔ اے  
 گروہ قریش تم اُسکے ساتھی بن جاؤ اور اُسکے گروہ کے حامی ہو جاؤ۔ اور ایک  
 روایت میں یوں آیا ہے کہ تمہیں اور تمہارے بھائیوں کو لازم ہے کہ



اُسکے ساتھی نجاؤ اور اُسکے گروہ کے حامی ہو جاؤ خدا کی قسم جو اُسکے رستہ پر  
 چلیگا رشید ہوگا اور جو اُسکا ہدیہ قبول کریگا سعید ہو جائیگا اور اگر میری  
 زندگی باقی رہی ہوتی تو میں اُسکی تکالیف کو اور مصائب کو رفع و رفع  
 کرتا پس جو صاحب اس وصیت کو پڑھیں غور سے دیکھیں کہ جو کچھ حضرت  
 ابوطالب نے فراتِ صادق سے فرمایا تھا جو دلالت کرتی ہے تصدیق بنی  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ سب سب کیسا جون کا تون واقع ہوا اور ایک  
 دفعہ اُنہی یہ فرمایا کہ جب تک تم محمدؐ کا کہنا سنو گے اور اُسکے حکم کی متابعت  
 کرو گے نیک بنے رہو گے پس اُسکی اطاعت سے نیکی حاصل کرو اور حضرت  
 ابوطالبؑ قبل بعثت کے بھی حضرت کی نبوت کی خبر دی تھی اور یہ بات  
 اُس خطبہ میں فرمائی تھی جو انہوں نے حضرت خدیجہ و جناب پیغمبر خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی وقت پڑھا تھا اور وہ خطبہ یہ تھا الْحَمْدُ لِلَّهِ  
 الَّذِي جَعَلَنَا مِنْ ذُرِّيَةِ اِبْرَاهِيمَ وَذَرَعَ اِسْمَاعِيلَ وَضَعَنِي مُعِدٍّ وَ  
 عَصْرٍ مُضْرٍ وَجَعَلَنَا حَضَنَةً بَيْنَهُ وَسَوَّاسَ حَرَمِهِ وَجَعَلَ لَنَا بَيْتًا فَخْرًا وَحَرَمًا  
 اَمْنًا وَجَعَلَنَا الْحُكَّامَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ اَنْخَى هَذَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ لِيُوَزَّ  
 بِرَجُلٍ اَوْ رَجُلَيْنِ شَرَفًا وَبِلَا وَفَضْلًا وَعَقْلًا وَهُوَ اللَّهُ بَعْدَ هَذِهِ نَبَا عَظِيمٌ وَخَطَرٌ جَسِيمٌ



تشریح سب تعریف اس خدا کے لایزال کی ہے جس نے ہمیں آل ابراہیم  
 و اولاد معقل و نسل معد بن عدنان و صلب مضر سے پیدا  
 کیا اور ہمیں اپنے گھر کا چوکیدار اور اپنی متبرک جگہ کا محافظ مقرر کیا اور  
 ہمارے لئے ایسا مقام بنایا جہاں لوگ حج کرتے ہیں اور جس سے ہم امن پاتے  
 ہیں اور یہاں لوگوں پر حاکم بنایا اما بعد یہ میرا بھتیجا محمد ابن عبد اللہ ہی  
 جہاں موازنہ اگر کسی شخص سے کیا جائے تو یہ از روئے شرافت و دانائی و  
 فضیلت و عقل گرامی تر نکلیگا اور یہ وہ شخص ہے کہ خدا کی قسم اسکے لئے اسکے  
 بعد کوئی خبر بزرگ اور نصیب غلیم ہے یہ خطبہ حضرت کی بعثت سے پندرہ  
 برس پہلے کا ہے پس خیال کر لو کہ حضرت ابوطالب نے آنحضرت کی بعثت سے  
 پہلے ہی فرست سے سارا مضمون کیونکر دریافت کر لیا تھا اور جس طرح نہونے  
 فرمایا تھا ہوا بھی اسی طرح پس یہ تو ہی تردیل اس امر کی ہے کہ جب آنحضرت  
 کی بعثت ہوئی تو وہ ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی و اور بخاری نے  
 اپنی تاریخ میں عقیل ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ  
 قریش نے حضرت ابوطالب سے کہا کہ تیرے اس بھتیجے نے تو ہمیں بڑا ستایا پس  
 اپنے آنحضرت سے عرض کی کہ یہ تمہارے چچیرے بھائی گمان کرتے ہیں کہ تم



انہیں ستاتے ہو اپنے فرمایا کہ اگر تم سوچ میری واہنی بغل میں دید و اور چاند  
 بامین میں اس شرط پر کہ میں اس امر کو چھوڑ دوں تو میں اس کو نہ چھوڑوں لگا جب تک  
 کہ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر نہ کرے یا کہ میں خود سہین کام نہ آؤں پھر آنحضرت  
 رونے لگے تو حضرت ابوطالب نے کہا کہ اے میرے بیٹے جو بات کہ تو پسند کرتا  
 ہے کہے جا خدا کی قسم ہے کہ میں کبھی تجھے انکے حوالے نہ کروں لگا اور قریش سے  
 فرما دیا کہ خدا گواہ ہے میرے بیٹے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ پس غور کا مقام  
 ہے کہ حضرت کے دشمنوں یعنی قریش کے سامنے قسم کھائی کہ جھوٹ نہیں بولا  
 اور اس قول کو دھیان کرو کہ گمان کرتے ہیں کہ تم انہیں ستاتے ہو تاکہ  
 بات کا اطلاق یوں نہ ہو جائے کہ تم انہیں ستاتے ہی ہو بلکہ اُسے باعتبار انکے  
 گمان کے بیان کیا اور انکا گمان یہ تھا ہی کہ یہ محمد کی اپنی طرف سے خدا کی  
 طرف سے نہیں ہے پس یہ بھی کہہ دیا کہ اگر موافق انکے زعم کے تم انہیں  
 ستاتے ہو تو اس ستانے سے باز آؤ۔ مگر جب آنحضرت نے فرمایا کہ اسکے خدا  
 کی طرف سے ہونیکا ایسا ہی یقین کرو جیسا رویت شمس کا یقین کرتے ہو  
 تو آپ کی تصدیق کی اور آپ نے نفی کذب کی اور فرما دیا کہ خدا گواہ ہے میرے  
 بیٹے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور حضرت ابوطالب نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ



علیہ وسلم سے احادیث اور ایسے کلمات روایت کئے ہیں جسے ثابت ہوتا ہے  
 کہ وہ مومن تھے اور الخادل توحید باری تعالیٰ سے مملو تھا از آنجملہ وہ حدیث  
 ہے جو خطیب بغدادی نے بسند امام جعفر صادق روایت کی ہے اور انہوں نے  
 اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے والد امام  
 زین العابدین سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے والد امام حسین سے  
 روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ  
 سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوطالب سے یہ ذکر سنا  
 کہ فرمایا مجھ سے میرے بھتیجے محمد نے اور خدا کی قسم وہ بہت ہی بڑا سچا ہے  
 میں نے پوچھا تھا کہ اے محمد تیری بعثت کیوں ہوئی فرمایا اس لئے کہ اقربا سے  
 نیکی کرو۔ نماز پڑھو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور مرا دیہان نماز سے یا تو دو رکعتیں  
 قبل طلوع آفتاب کی اور دو رکعتیں قبل غروب کی ہیں جو ابتداء اسلام میں  
 واجب تھیں یا نماز تہجد مراد ہے کہ آنحضرت بعثت سے پیشتر بھی یہ پڑھا  
 کرتے تھے ہاں اس نماز سے پانچ وقت کی نماز سمجھ لینا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ وہ  
 شب معراج میں واجب ہوئی ہیں اور معراج حضرت ابوطالب کی وفات  
 سے کوئی ٹہرہ برس بعد ہوئی ہے اور حضرت ابوطالب کی وفات ۵۱ سال



سلمہ بشت میں ہوئی جبکہ انکی عمر تقریباً اسی برس کی تھی اور مراد  
 زکوٰۃ سے مطلق صدقہ اور مہمان نوازی اور ہر امر کا برداشت کر لینا اور  
 اور صدقات مالِیہ ہے اور حضرت ابوطالب ان کے معدن و مخزن تھے  
 البتہ مراد زکوٰۃ شرعیہ معروفہ و موجودہ سے یا زکوٰۃ فطر سے نہیں ہے کیونکہ  
 یہ بعد ہجرت کے مدینہ منورہ میں واجب ہوئیں اور ہجرت حضرت ابوطالب  
 کی وفات کے بعد ہوئی اور خطیب نے بسند ابورافع غلام ام ہانی بنت  
 ابیطالب روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابوطالب سے سنا کہ میرے بھتیجے  
 محمد نے مجھ سے ذکر کیا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اقارب سے نیکی  
 پیش آؤ اور سوائے میری ذات کے دوسرے کی پرستش نہ کرو اور حضرت  
 ابوطالب نے یہ بھی فرمایا کہ محمد میرے نزدیک نہایت سچا اور بڑا امین ہے  
 دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ میں نے اپنے بھتیجے کو یہ کہتے سنا اَشْكُرُ  
 نَزْرَقًا وَلَا تَكْفُرُ تُعَذَّبُ یعنی شکر کرو رزق ملیگا اور کفر نہ کرو کہ  
 عذاب ہوگا۔ ابن سعد و خطیب ابن عساکر نے عمرو بن سعید سے روایت  
 کی ہے کہ حضرت ابوطالب نے بیان کیا کہ میں ذوالمجاز میں تھا اور  
 میرا بھتیجا میرے ساتھ تھا کہ مجھے پیاس لگی میں نے اُس سے شکایت کی اور



یہ دیکھ رہا تھا کہ اسکے پاس کچھ نہیں ہے پس وہ ایک طرف کوٹا لگین کر کے  
 اونٹ پر سے کود پڑا اور اپنی ایڑی سے زمین کو اشارہ کیا ناگہان پانی  
 نمودار ہوا فرمایا لو چھاپی لو مینے پیا۔ یہاں علامہ بزرگنجی کہتے ہیں  
 کہ اگر حضرت ابو طالب موجد نہوتے تو اللہ تعالیٰ وہ پانی انہیں نہ دیتا  
 جو اس نے اپنے بنی کے لئے جاری کیا تھا اور جو آب کوثر و آب زمزم سے  
 بھی زیادہ متبرک تھا۔ نیز یہ کہ جو شخص ایسے بدیہی معجزات دیکھے کبھی ایسا  
 ہو سکتا ہے کہ وہ تصدیق نہ کرے حالانکہ قرآن تصدیق پر دلالت کرتا ہے  
 اس کثرت سے موجود ہیں۔ ابن عدی نے انس بن مالک سے روایت  
 کی ہے کہ حضرت ابو طالب بیمار ہوئے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 انہی عیادت کو تشریف لگے تو اپنے فرمایا کہ اے بیٹے اللہ سے دعا کر  
 کہ مجھے شفا دے اپنے فرمایا اللہم اشف عتے بار خدایا میرے چچا کو شفا  
 معاً حضرت ابو طالب اس طرح کھڑے ہو گئے جیسے کوئی بندہ سے چھوٹ  
 جاتا ہے۔ ابو نعیم نے ابو بکر ابن عبد اللہ ابن الجهم سے روایت کی ہے  
 اور ابو بکر نے اپنے باپ کے اور اسکے باپ نے اپنے باپ سے کہ حضرت ابو طالب کو  
 یہ بیان کرتے سنا کہ مجھ سے حضرت عبد المطلب نے ذکر کیا تھا کہ خواب میں



دیکھتا کیا ہوں کہ ایک درخت میری پشت سے اُگا جسکی پھننگ آسمان تک  
 پہنچی ہے اور جسکی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں زمین روشن ایسی تھی  
 کہ سورج کی روشنی سے بھی سترگنی عرب عجم نے اُسکو سجدہ کیا اور اُسکی روشنی  
 و عظمت و بلندی ساعت بساعت بڑھتی جاتی تھی کبھی غائب ہو جاتا تھا  
 اور کبھی نمودار۔ ایک گروہ قریش تو اُسکی ٹہنیوں میں چمٹ گیا تھا اور  
 دوسرا گروہ اُسکے کاٹنے پر آمادہ تھا مگر جب اُسکے قریب پہنچا تو ایک جوان  
 نے جس سے زیادہ حسین و صلیح نے اپنی ساری عمر میں کبھی نہیں دیکھا انہیں بھڑکا  
 اور انکی کمرین توڑ دیں اور اٹکھین نکال ڈالیں اسوقت میں نے اپنا ہاتھ بلند  
 کیا کہ کچھ حصہ ہون مگر نہ ملا تو میں نے کہا کہ میں حصہ کسا ہے کہا فقط اُنکا جو  
 اس سے چمٹ گئے ہیں جب میں بیدار ہوا تو بہت گھبرایا اور قریش میں ایک  
 کاہنہ تھی اُسکے پاس آیا خواب سنکر کاہنہ کا رنگ فق ہو گیا بولی کہ خواب  
 نہایت صحیح ہے تمہاری صلیبے ایسا شخص پیدا ہوگا جو مشرق و مغرب کا  
 مالک ہو جائیگا اور جسکا دین خلق اللہ قبول کریگی۔ حضرت ابوطالبؑ  
 بعد المطالب نے اس بیان کے بعد کہا کہ شاید وہ لڑکا تو ہی ہو اور لطف یہ

ترجمہ کہتا ہے کہ اس جوان سے مراد جناب امیر مین اور اس خواب کی تعبیر جنگ محمد و جنگ خندق میں



ہوا کہ جس وقت حضرت ابوطالب یہ قصہ یہاں خود بیان کر رہے تھے وہاں جناب  
 رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے فوراً حضرت ابوطالب بول اٹھے  
 کہ خدا کی قسم وہ درخت حضرت محمد ابو القاسم الامین ہے۔ لوگ بھی ہر طرح کے  
 لگے رہتے ہیں کوئی بولا پھر تم ایمان کیوں نہیں لاتے کہا کہ کیا کروں بدگوئیوں  
 زبان سے ڈر لگتا ہے اور شرم آتی ہے اور یہ بات محض تقیہ اور تعیہ سے  
 کہی تھی اور قریش کو یہ جتنا اٹھا کہ میں تمہارے دین پر ہوں تاکہ نصرت و  
 حمایت بنی مین سرگرم رہیں اور یہ انہیں خوب معلوم تھا کہ قریش کو جب تک  
 یہ علم ہے کہ میں انکے دین و ملت پر ہوں میری حمایت مانیں گے اگر اسکے  
 خلاف خبر ہو گئی تو پھر ایک نہیں سننے کا لہذا انکے قول فعل کئے یہ مذر  
 قومی تھا۔ ابن سعید نے عبد اللہ بن ثعلب بن صغیر العذری سے روایت  
 کی ہے کہ حضرت ابوطالب نے اپنی وفات کے وقت اولاد عبد المطلب کو  
 بلایا اور فرمایا کہ دیکھو جب تک تم محمد کی سنو گے اور اسکے احکام کی پیروی  
 کرو گے تم نیک پاک رہو گے تمہیں لازم ہے کہ اسکی متابعت کرو اسکے  
 مددگار بنو کہ جملہ خوبی اسی میں ہے علامہ برزنجی کا بیان ہے کہ یہ  
 بات بعید از عقل ہے کہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ رسول کی پیروی میں خوبی



اور نیکی ہے اور اورونکو اسکا حکم بھی دیتا ہو وہ خود اسکو چھوڑ دے  
**حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے**  
 روایت کی ہے کہ جب میں ایمان لایا تھا تو حضرت ابوطالب نے فرما دیا تھا  
 کہ اپنے چچیرے بھائی کی محبت اپنے اوپر لازم جاننا اسی طرح کی روایت  
 عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے کی گئی ہے کہ حضرت ابوطالب نے اپنے بیٹے  
 حضرت جعفر طیار سے فرمایا کہ اپنے چچیرے بھائی کے چچے نماز پڑھو پس  
 حضرت نے موافق ارشاد کے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے نماز  
 پڑھی جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھا کرتے تھے یہاں علامہ زبخی  
 لکھتے ہیں کہ اگر حضرت ابوطالب تصدیق دین بنی نہ کرتے ہوتے تو اس  
 بات پر اپنی رضا کیون دیتے کہ دو دو بیٹے انکے ساتھ ہو جائیں اور ساتھ  
 نماز پڑھیں بلکہ انہیں نماز کا بھی حکم نہ دیتے کہ عداوت مذہب عداوتوں  
 سے بڑھ کر ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے **كُلُّ الْعِدَاوَةِ قَدْ رُجِيَ اَمَانَتُهَا**  
**اِلَّا عِدَاوَةُ مَنْ عَادَالَ فِي الدِّينِ** ہر دشمنی کے کبھی نہ کبھی زائل ہو جائیگی مگر  
 ہو سکتی ہے مگر مذہبی عداوت کبھی نہیں جاسکتی پس یہ سب اخبار مصرح



ہیں کہ انکا دل ایمان جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملو تھا۔ منجملہ  
 اخبارات یہ بھی ہے کہ جب جناب رسالت ابی طالب صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک  
 کوئی نو برس کا تھا تو حضرت ابوطالب نے شام کا سفر کیا اور آنحضرت کو اس  
 سفر میں ہمراہ لگئے راستہ میں بحیرہ راس میں ملاقات ہوئی اس نے آنحضرت  
 میں علامات نبوت مشاہدہ کر کے حضرت ابوطالب سے کہا کہ قوم یہودی  
 دشمنی سے دو اور انہیں واپس کہ منظر بھیج دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا \*  
 حضرت ابوطالب نے زمانہ حضرت عبدالمطلب میں یہ بھی مشاہدہ کیا تھا کہ بوسلیم  
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی طلب کیا گیا تھا چنانچہ الخطابی  
 سے مروی ہے کہ زمانہ حضرت عبدالمطلب میں قریش پر کئی سال متواتر  
 قحط کے آئے پس اکثر قریش نے اکثر کسایت کی حضرت عبدالمطلب انکو لیکر  
 خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور رکن البیت کو بوسہ دیکر جبل ابوقریس پر چڑھ گئے  
 جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بچہ سے تھے بازو پکڑ کے اپنے کندھے  
 سوار کیا اور جناب باری سے دعا کی اُمی دم بارش ہوئی۔ اسی طرح بعد وفات  
 جناب عبدالمطلب کے حضرت ابوطالب نے بھی بوسلیم آنحضرت کے پانی طلب  
 کیا تھا کیونکہ اہل مکہ پر قحط شدید تھا وہ حضرت ابوطالب کے پاس آئے تھے



اور شکایت کی تھی کہ جنگل و پہاڑ خشک ہو گئے اہل و عیال پیاس سے مرتے  
 ہیں اللہ پانی طلب کرو۔ پس حضرت ابوطالب آنجناب کے ہمراہ لیکر نکلے  
 حضرت بچے ہی سے تھے آپکو کعبہ سے چٹا دیا اور اپنے آسمان کی طرف  
 انگلی سے مثل ملتجی کے اشارہ کیا گوا سوقت بادل کا ٹکڑا تک آسمان پر  
 نہ تھا مگر اشارہ کے ساتھ ہی اودھرا و دھڑ سے گھٹا آگئی اور آسمان سے  
 ایسا موسلا دھار مینہ برسا کہ میدان بھر گئے اور جنگل اور باغ سرسبز و  
 شاداب ہو گئے۔ اسی کے بار میں حضرت ابوطالب نے بعد بعثت جناب  
 رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا ہے اور قریش کو آنحضرت کی  
 مدد اور برکت جو بچپن میں ان پر ہوئی یاد دلائی ہے ۵

وَابْقِصْ لَيْسَتْنَعُ الْغَامُ كَوْجِهَهُ	مِمَّا لِيَتَا حَى عَصْمَةَ لِلْأَرَامِلِ
يَلُودِيهِ أَهْلًا لَكَ مِنْ آلِ هَاشِمٍ	فَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَفَوَاضِلِ

اور یہ وہ ماہر وہ ہے جس کے چہرہ کے وسیلہ سے بادلوں سے پانی طلب کیا  
 گیا اور تمیموں کی سپاہ اور بیو و نکاح کا ہے ۶ آل ہاشم میں سے ہلاک  
 ہو بیواؤں نے اسکی سپاہ پکڑی پس نہیں اس کے باعث نعمتیں اور خوبیاں  
 مل گئیں ۷ ان آثار و اخبار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب



وہ آیات و معجزات و خوارق عادات مشاہدہ فرماتے تھے جو جناب رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے ہوتے تھے اسی سے لازم آتا ہے کہ وہ  
آنحضرت کی تصدیق کرتے تھے اور آپ پر ایسا ایمان لائے تھے جس میں نہ  
شک تھا نہ تردد اور نیز حضرت ابوطالب نے علاوہ انکے بچپن میں بھی  
آنحضرت کی آیات و خوارق عادات دیکھی تھیں وہ یہ کہ حضرت ابوطالب  
کی آمد کم تھی اور کنبہ بڑا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ انکے بچے بغیر جناب رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم کے سب ملکر کھاتے تو اور ایک ایک کو کے کھاتے تو  
سیر نہ ہوتے ہاں جب آنحضرت انکے ساتھ نوش فرماتے تو سب سیر  
ہو جاتے تھے ہی لئے حضرت ابوطالب صبح و شام دو نو وقت اُنکے  
کہہ دیتے کہ جہتک میرا بیٹا نہ آئے تم جیسے ہو ویسے بیٹھے رہو۔ چنانچہ جب  
آنحضرت تشریف لے آتے تو سب کے ساتھ نوش فرماتے اور سب سیر  
ہو جاتے اور کھانا الگ پچ رہتا۔ اور اگر کبھی فقط دودھ ہی ہوتا تو  
اول آنحضرت تناول فرما لیتے پھر وہ قعب اور نو کو دیدیتے کیفیت  
یہ ہوتی تھی کہ جتنے موجود ہوتے سب اُسی قعب سے سیر ہو جاتے خواہ  
ایک ہو تا خواہ زیادہ حضرت ابوطالب فرمایا کرتے تھے کہ تحقیق تم

کتاب نجات ابیطالب و توفیق منہ



مبارک ہو وہ ابو نعیم وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت  
 کی ہے کہ حضرت ابوطالب آنحضرت سے بہت ہی محبت کرتے تھے حد  
 یہ ہے کہ اپنی کسی اولاد سے اتنی نہ تھی جتنے کہ آپ کو اپنے پہلو میں سلاتے  
 اور جہان آنحضرت تشریف لیجاتے سایہ کی مانند ساتھ رہتے۔ اور  
 آنحضرت بھی اُنکے بہت ہی محبت رکھتے تھے کہ انہیں کے پاس بہتے  
 اور بے اُنکے چین نہ پڑتا۔ اور بعد وفات حضرت ابوطالب کے آنحضرت  
 فرمایا کرتے تھے کہ قریش سے مجھے وہ اذیت پہنچی ہے جکا حیات ابوطالب  
 میں گمان بھی نہ تھا۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جو کچھ ابوطالب کی  
 وفات کے بعد قریش کے ہاتھوں مجھ پر گزری اس سے بدتر کبھی نہ  
 گزری تھی۔ اور جب قریش کو اپنے ایذا رسانی کے لئے تیار پایا تو  
 فرمایا کہ لے چچا تمہارے بعد جو کچھ مجھ پر آئے والا تھا کیا جلد آیا ہے  
 حضرت ابوطالب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات  
 ایک ہی سال میں ہوئی پس جناب رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اُس سال کا نام عام الحزن یعنی سالِ غم رکھا۔ آگے ہمیں یہ بیان  
 کرنا ہے کہ جب امر بنوت کا اظہار ہو گیا اور لوگ بین خدا میں بہت



داخل ہونے لگے تو کفار قریش جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر  
 مستعد ہوئے اور آپس میں کہا کہ اس نے تو ہمارے بیویوں اور بچوں کے  
 بگاڑا ہے اور بنی ہاشم سے کہا کہ دگنی دیت لیلو اور اجازت دیدو کہ  
 قریش میں سے ایک شخص اسے مار ڈالے کہ ہمیں اور تمہیں دونوں کو چین  
 پڑے۔ بنی ہاشم نے اسکا انکار کیا تو قریش کی یہ رائے قرار پائی کہ  
 بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب سے جھگڑا کرو انہیں شعب ابوطالب کی طرف  
 نکال دو اور طرح طرح سے انہیں ستاؤ مثلاً کہدو کہ جب تک سول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو قتل کے لئے حوالہ نہ کرو گے نہ تمہیں بازاروں میں گھسنا  
 ملیگا نہ کوئی تم سے مناکحت کرلیگا نہ کبھی تمہاری صلح قبول ہوگی اور نہ  
 تمپر رحم کیا جائیگا ان سب امور کا کاغذ لکھ کے کعبۃ اللہ میں لٹکا دیا  
 بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب نے جب قریش کو قتل بنی پر آمادہ پایا  
 تو بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کے کیا مومن کیا کافر سب کو اکٹھا کیا اور  
 حکم دیدیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب میں داخل ہو جاؤ  
 اور انہیں بچاؤ۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی اور سوائے ابواہب لعین  
 کے کوئی سچھے نہ رہا۔ قریش کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انکے سردار



جمع ہوئے اور رائے یہ قرار پائی کہ آپس میں عہد و پیمان کر لیں کہ نہ  
 ان لوگوں سے مناکحت ہو نہ مجالت نہ مصالحت چنانچہ اس امر کا  
 کاغذ لکھ کر بیت الشہین لکایا گیا۔ اوصہر بچارے بنی ہاشم اس  
 غار میں بروایت تین سال اور بروایت دیگر دو سال رہے اور انکی  
 تنگی بھی اس وجہ کو پہنچ گئی تھی کہ درختوں کے پتے کھا کر گزارا  
 کرتے تھے۔ حضرت ابوطالب نے اس زمانہ میں جناب رسول خدا کی بڑی  
 حفاظت کی ہے مثلاً جب رات ہوتی اور حضرت سونے کا ارادہ  
 کرتے تو وہیں بچھونا کر دیتے جہاں سب کو معلوم تھا کہ بنی سوتے ہیں  
 پس حضرت وہاں آرام فرماتے مگر آپ کے چچا اس معلومہ جگہ سے پھر  
 آپ کو اٹھاتے اور اپنے بیٹوں میں سے کسی نہ کسی کو اس جگہ سونیکا  
 حکم دیتے۔ اور آنحضرت کے لئے ایسی جگہ بچھونا کرتے جہاں دوست  
 و دشمن کسی کو خبر نہ ہوتی اور وہاں بلا کر سلاتے یہ سب جد و جہد  
 آنحضرت کی حفاظت و نگہبانی کے لئے تھی۔ اوصہر قریش کے کاغذ  
 لکھنے والے کا ہاتھ شل ہو گیا تھا اور بارہ تعالیٰ نے اپنے بنی کو وحی  
 بھیجی کہ ہمنے و یک کو اس کاغذ پر مسلط کر دیا جو انہوں نے لکھ کر کعبۃ اللہ



میں لٹکایا تھا پس وہ سب عہد و پیمان و ایذا رسانی اقربا و غیرہ کو  
 چٹ کر گئی اور کاغذ میں سوائے خدائے بزرگ برتر کے نام کے کچھ بھی  
 نہیں بچا ہے۔ اور قریش ابتدا میں یہ لکھا کرتے تھے بِاسْمِکَ اللَّهُمَّ پس  
 حضرت نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کو اس امر کی خبر دیدی حضرت  
 ابوطالب شعبے نکلے اور مسجد میں تشریف لائے۔ قریش جو قوی و  
 جوق اکٹھے ہو گئے یہ گمان کر کے کہ انکا ارادہ ہو گیا کہ نبی کو قتل کے  
 لئے ہمارے حوالہ کر دیں اور از روئے طعن اُسے اور اُنکے ساتھیوں  
 بولے ہاں اب سو جھی ہے تمہیں کہ جو بدعت ہمارے لئے اور اپنے لئے  
 پھیلا رکھی ہے اُس سے باز آؤ۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ نہیں میں تم  
 ایسی بات لیکر آیا ہوں جس میں ہر دو کے لئے انصاف ہو یعنی ایسا  
 ٹھیک ٹھیک مضمون ہے جس میں نہ ہم پر کوئی دباؤ رہے نہ تم پر کسی  
 ہتھیے نے مجھے خبر دی ہے اور اُس نے کبھی مجھے جھوٹ نہیں  
 بولا کہ خدا ایتعالیٰ نے تمہارے کاغذ پر جو تم نے لکھا تھا دیکھ کو  
 مسلط کر دیا پس اُس میں جو ر و ظلم و تعدی و ایذا اقربا کا جو جو بیان  
 تھا وہ سب چٹ گئی فقط وہی الفاظ باقی رہ گئے ہیں جن سے



باری تعالیٰ کا مذکور ہوا ہے اگر یہ بات اُسکے کہنے کے مطابق نکلی تو  
 تم ہماری موافقت کرو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اپنی بدیہی  
 باز آؤ اور اگر تم باز نہ آئے تو ہم میں سے جتنا ایک ایک نہ مر لگا  
 رسول کو تو ہم تمہارے حوالے کرتے نہیں یا ان اگر اُسکا قول نکلا جھوٹا  
 تو ہم اُسے تمہارے حوالے کئے دیتے ہیں خواہ تم اُسے مارنا یا جتیا  
 چھوڑنا۔ سب بولے کہ ہمیں تمہاری بات منظور ہے اور ایک روایت  
 میں یوں آیا ہے کہ تم نے انصاف کی بات کہی سوغض وہ کاغذ نکالا  
 تو جطرح مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اُسی طرح  
 نکلا قریش نے جب حضرت ابوطالب کی بات سچی پائی تو اکثر بولے  
 کہ یہ تو تمہارے بھتیجے کا جاوہ ہے اُنکا تو بغض و عداوت اور  
 زیادہ ہو گیا مگر اکثر بچتے اور کہنے لگے کہ یہ تو ہمارا ہی ظلم و تعدی  
 اپنے بھائیوں کے حق میں ہے حضرت ابوطالب نے جب یہ بات  
 موافق خبر آنحضرت پائی تو اُنسے مخاطب ہوئے کہ اے گروہ قریش  
 اب کس بات پر تم ہمیں محصور و محبوس رکھتے ہو یہ امر تو کھل گیا  
 اور ادھر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ظلم و برائی و ایذا تمہاری جانب سے ہی



پھر حضرت ابوطالبؑ اُنکے ساتھی غلاف کعبہ کے نیچے آئے اور دعا مانگی اَللّٰهُمَّ اَنْصُرْنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَقَطِّعْ اَرْحَامَنَا وَاسْتَحِلَّ مَا یَحْرَمُ عَلَیْنَا ترجمہ۔ اے اللہ نصرت دے ہمیں اُن لوگوں پر جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ہمیں ایذا پہنچائی اور جو نہ کرنی تھی وہ ہمارے ساتھ کی پھر وہ جانب غار گئے اور تھوڑی دیر میں کچھ لوگ قریش میں سے گئے کہ اُس کاغذ کی شرط توڑ دین اور حصار موقوف کرین ہمارا بڑا طویل قصہ بیان کیا ہے مگر ارادہ اس بیان سے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن آیات و معجزات و خوارق عادات سے اپنے بنی کو مخصوص فرمایا تھا یحییٰ بن یاجوانی میں نہیں سے اکثر سے حضرت ابوطالبؑ آگاہ تھے اور اُس کا ہی کے سبب حضرت ابوطالبؑ دلایاں و تصدیق جناب رسالتؐ ابی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا اور وہ ایمان ایسا ایمان تھا جس میں شک شبہ کا دخل نہیں مگر وہ ظاہر نہ ہوا کیونکہ وہ جناب رسالتؐ ابی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و حمایت و صیانت میں کوشش کرتے تھے کہ آپ کو تکلیف نہ پہنچے اور قریش کو یہ بتاتے تھے کہ میں تمہارے دین و ملت پر ہوں اسی سبب وہ آپ کی مخالفت نہ کر سکتے تھے۔ اب جو شخص یہ دیکھ چکا وہ



حقیقت حال سے آگاہ ہو گیا اُسے حضرت ابوطالب کے ایمان میں کوئی شک باقی نہیں رہا۔ حضرت ابوطالب قریش کو نصرت جنابِ آسمان صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے ہی دھوکے دیتے تھے جیسا کہ سپاہ لڑائی میں ایک دوسرے کو دیتے ہیں یہاں تک کہ کاینبوت کو فروغ ہوا اور آنحضرتؐ علانیہ دعوت اسلام فرمانے لگے اور حضرت ابوطالب نے بہت سے اشعار میں تصدیق نبوت کی تصریح کی ہے ان اشعار میں سے بعض میں ایسے الفاظ ہیں جن سے قریش کو گمان ہوتا تھا کہ یہ ہمارے ہی ساتھ ہیں اور ہمارے دین پر ہیں یہ سب قریش کو دھوکا دینا تھا اور حفاظتِ حمایت بنی اللہ علیہ وسلم اسکی غرضِ غایت تھی اور ازاں جملہ ان اشعار کے جو تصدیق جناب رسالتؐ پر دلالت کرتے تھے وہی ہے جو پیشتر آچکا شعر **اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا ۙ رَّسُوْلًا كُوْسَى حَمَّ ذٰلِكَ فِي الْكُتُبِ وَرِیْت** ایک بڑے لمبے قصیدے میں کی ہے جو حضرت ابوطالب نے اُس زمانہ میں کہا تھا جب قریش نے انہیں غار میں محصور کر رکھا تھا اور یہ قصیدہ نہایت فصیح و بلیغ ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت کو بہت دوست رکھتے تھے اور اپنی نبوت کی تصدیق کرتے تھے اور



آپکی بہت بڑی حمایت کرتے تھے اسکا مطلع یہ ہے شعر **أَبْلَغَا عَنِّي عَلَى**  
**ذَاتِ بَيْنَا ۖ لَوْ يَأْ وَحَصَّامٍ لَوْ يُبْنِي كَعَب ۖ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَا وَجَدْنَا**  
**مُحَمَّدًا ۖ رَسُولًا كَوْسَى صَمَّ ذَاكَ فِي الْكُتُبِ مَرْجُمٌ** جو ہماری حالت  
 ہے ہمیں میری طرف سے لومی کو اور غاصکر اس لومی کو جو قبیلہ بنی  
 کعبہ سے یہ خبر پہنچا دے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارے محمد کو ویسا ہی  
 رسول پایا ہے جیسا موسیٰ تھا اور یہ بات کتابوں سے ثابت ہے  
 اور ایک روایت میں یوں آیا ہے **نَبِيًّا كَوْسَى خَطَّ ذَاكَ فِي الْكُتُبِ ۖ**  
 اور ایک شعر اسی میں سے ہے۔ **وَأَنَّ عَلَيْكَ فِي الْعِبَادِ مَوَدَّةً ۖ وَالْآخِرَ**  
**مِنْ خُصَّةِ اللَّهِ الْحَبِيبِ** اور بندوں پر اسکی محبت لازم ہے کیونکہ جسے خدا نے  
 اپنا محبوب بنایا اس سے بہتر اور کون ہوگا؟ اور بھی ہمیں سے یہی  
**فَلَسْنَا وَرَبِّ لَبِيتَ نُسَلِّمُ أَحْمَدًا ۖ لَعَلَّكَ مِنْ عَصَلِ الزَّمَانِ وَلَا كَرُبَ مَرْجُمٍ**  
 قسم ہے ہمیں خدا نے کعبہ کی کہ زمانہ کی کسی مصیبت و تکلیف سے گھبرا کر  
 احمد کو ہم حوالہ نہ کریں گے۔ اور ایک شعر آپ کے قول میں سے یہ ہے  
**شِعْرٌ شَقِيكٌ مِنْ أَسْمِهِ لِيُحْلِلَهُ ۖ فَذُو الْعَرْشِ حَمْدٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ ۖ مَرْجُمٌ**  
 اسکا نام اپنے نام میں سے شتق کیا تاکہ اسکی بزرگی زیادہ ہو پس صبا



عرش محمود ہے اور یہ محمد ہے۔ حافظ ابن حجر نے صابہ میں اس  
 شعر کو حضرت ابوطالب کی طرف منسوب کیا ہے مگر ایک قول ہے کہ  
 یہ حسان بن ثابت کا ہے۔ برزنجی کہتا ہے کہ اس میں کوئی سرج نہیں کہ  
 یہ حضرت ابوطالب کا ہوا اور حسان نے لیکر اپنے اشعار اس میں تضمین کئے  
 ہوں۔ اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کفار قریش جمع ہو کر حضرت ابوطالب کے  
 پاس آئے اور عمارہ ابن ولید وغیرہ کو ساتھ لائے جو قریش کے خوبصورت  
 سے خوبصورت جوانوں میں سے تھا اور کہنے لگے کہ تم اسے محمد کے  
 بدلے میں لیکر اپنا بیٹا بنا لو اور محمد کو ہمارے حوالہ کرو ورنہ اسے  
 قتل کر ڈالیں۔ اپنے جواب میں فرمایا کہ اے گروہ قریش تم کیسے نصف  
 لوگ ہو تمہارے بیٹے کو تو پالنے کے لئے لیلون اور اپنے بیٹے کو  
 قتل کرنے کے لئے ویدون پھر فرمانے لگے۔ اشعارِ اللہ لَنْ یَقُولُوا  
 إِلَیْكَ بِمَحْمَدٍ حَتَّىٰ أَوْسَدَ فِي التُّرَابِ دَفِنًا ۚ فَاصْدَعْ بِأَمْرِكَ فَاَعْلَمِكَ  
 غَضَاظَهُ ۚ وَابْشُرِ بِذَلِكَ وَفَرِّمْ مِنْكَ عُيُونًا ۚ وَدَعَوْتَنِي وَعَلِمْتَ أَنَّكَ  
 صَادِقٌ ۚ وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ تَمَّ اَقْبَانًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ دِينَ مُحَمَّدٍ ۚ مِنْ خَيْرِ  
 اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِينًا ۚ تَرْجِمُهُ خَدَاكِي قَسَمُ اے محمد یہ لوگ باوجود اپنی



کثرت کے تجھ تک نہ پہنچیں گے جب تک کہ مجھے زمین میں نہ گاڑ دین ۛ  
 پس حسین تیری خوشی ہو جا رہی رکھ اور اپنے دل کو ٹھنڈک اور آنکھوں کو  
 سکھ پہنچا ۛ تو نے مجھے بھی دعوت کی تھی اور میں جانتا ہوں کہ تو  
 صادق ہے اور ہمیشہ سچ بولتا ہے اور امین ہے ۛ اور میں یہ بھی  
 بخوبی جانتا ہوں کہ محمد کا دین دنیا کے اور سب دینوں سے بہتر ہے  
 اس کے بعد بعض نے یہ شعر اور بڑھایا ہے ۛ لَوْلَا الْمَسْبَّةُ اَوْ حِدَا رِفَاقَةٍ  
 لَوْ جَدْتَنِي سَمَحًا بِذَلِكَ مُبِينًا مَرَجِمًا ۛ اور اگر بلا مت و بُرا بھلا  
 کہنے کا ڈر نہ ہوتا تو تو دیکھ لیتا کہ میں کھلم کھلا اسے قبول کرتا ۛ ایک  
 قول یہ بھی ہے کہ یہ شعر حضرت ابوطالب کے قول سے نہیں ہے بلکہ  
 موضوع ہے اور ان کے کلام میں داخل کر دیا گیا ہے اور ایک قول  
 یہ بھی ہے کہ یہ معنی کے طور پر لائے ہیں کہ قریش کو یہ گمان ہو کہ  
 ابوطالب ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے دین و ملت پر ہیں اور محمد  
 کے تابعین میں سے نہیں ہیں تاکہ وہ میری حمایت قبول کرتے ہیں  
 اور اسکا کام جاری رہے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے بارے میں یہ بھی قول ہے ۛ وَاَبْيَضُ يَسْتَسْقِي الْغَمَامُ بَوْجَهًا ۛ



قَالَ لَيْتَكُمْ عَصَا فُلَانٍ اَبِلَ ۚ بَلُوذِيهِ الْهَلَاكُ مِنْ اِلِ هَاشِمٍ ۚ فَهُوَ عِنْدَ اَبِي رَحْمَةً  
 وَفَوَاضِلٍ ۚ اور یہ دونو بتیں بھی ایک قصیدہ طویل مین سے ہیں جو حضرت  
 ابوطالب نے کہا ہے سہین تنہی کے قریب اشعار ہیں اور علمائے اسکی کامل  
 شرح لکھی ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ سہین سو سے زیادہ بتیں ہیں اور  
 حضرت ابوطالب نے یہ قصیدہ اسی وقت مین کہا ہے جب قریش نے  
 محصور کر رکھا تھا اور قریش کو بتایا ہے کہ جب تک مر نہ جاؤں گا محمد کو ہرگز  
 ہرگز حوالے نہ کروں گا اور حضرت کی پوری پوری مدح بیان کی ہے  
 اور وہ کلام صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپ بنوت کی تصدیق کرتے  
 تھے اور آنحضرت پر ایمان لائے تھے پس وہ پہلی دونو بتیں بھی  
 اسی مین سے ہیں اور سہین سے یہ قول ہے لَعَمْرِي لَقَدْ كَلَّمْتُ وَجَلَّ  
 بِأَحْمَدٍ ۚ وَأَحِبُّهُ حُبَّ الْمُحِبِّ ۚ مُوَاضِلٌ ۚ وَقَدْ عَلِمُوا اِنْ اَبْنَا لَا فِكْذٌ ۚ  
 لَدَيْنَا وَلَا يُعْرَى لِقَوْلِ الْبَاطِلِ ۚ فَمَنْ مِثْلُهُ فِي النَّاسِ اَيُّ مُؤَمِّلٍ ۚ اِذَا قَاسَهُ  
 الْحُكَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ ۚ حَلِيمٌ رَسِيدٌ عَاقِلٌ غَيْرُ طَائِشٍ ۚ يُوَالِي لَهَا لَيْسَ عَنْهُ بَغَافٌ ۚ  
 وَاصْبِرْ فَيُنَا أَحْمَدٌ فِي الرُّقْعَةِ ۚ تَقْصِرُ عَنْهَا سُورَةُ الْمُنَاطَرَةِ ۚ أَحَدٌ بِنَفْسٍ وَنَهْ وَحَمِيَّةٍ ۚ  
 وَرَافَعَتْ عَنْهُ بِاللَّهِ وَالْكَرَامَةِ ۚ ترجمہ قسم ہے مجھے اپنی جان کی مینے سب



احمد کے پنج و تکلیف اٹھائی اور اس سے سچے دوستوں کا سا برتاؤ کیا جو  
 جدائی گوارا نہیں کرتے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے بچہ کی اجساک تک  
 نہیں ہوئی اور نہ کسی نے اسے جھوٹ بولتے سنا۔ جب جانچنے والوں نے  
 فضیلت میں جانچا تو بنی آدم میں سے ایک بھی شکا مثل ویسا دور  
 اندیش نہیں نکلا۔ وہ برو بار نیک۔ وانا اور فہیم ہے اور جس ذات  
 سے محبت رکھتا ہے وہ ہر وقت اس کا حامی و حافظ ہے۔ احمد ہم میں  
 سے ایسا نکلا ہے جس کے باعث قبائل و سرداران عرب کی جاہ و حشم  
 میں فرق آگیا ہے۔ بین اپنی جان اس کی حمایت میں دینے کو مستعد ہوئے  
 اور اس سے آلام و مصائب فرار کرنے کو تیار ہوئے۔ اور اس قصیدہ  
 میں انہیں معنی اور ہی فصاحت و بلاغت کی بہت سی باتیں ہیں  
 ابن کثیر کا بیان ہے کہ یہ قصیدہ نہایت بلند ہے اور یہ کسی شاعر کی  
 مجال نہیں معلوم ہوتی کہ ایسا اور کہے اور یہ سب سے بلند و  
 فصیح تر ہے۔ بیہقی نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ایک دن  
 ایک اعرابی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر  
 ہوا اور خشک سالی و قحط کی شکایت اور مہج آنحضرت میں کچھ باتیں



پڑھیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر منبر پر تشریف  
 لیگے اور سوئے آسمان ہاتھ پھیلا کر دعا مانگی ابھی حضرت دست  
 بدعا ہی تھے کہ لگامینہ موسلا دھار پڑنے اور وہ لوگ گھبرا اور بول  
 شکایت کثرت بارش کرنے لگے کہ ہمیں ڈوب جائیں آنحضرت نے  
 اُسی وقت یہ دعا مانگی اَللّٰهُمَّ حَوِّ الْيَنَّا وَلَا عَلَيْنَا اور خدا ان ہوتے  
 اور فرمایا اللہ و ذرا ابیطالب اور اگر وہ زندہ ہوتے تو اس وقت بہت  
 مسرور ہوتے تم میں سے کوئی ایسا ہے جو انکا قول ہمیں سنائے  
 پس جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم وجہہ نے فرمایا کہ آپ کی عزا  
 شاید اُنکے اس قول سے ہے وَابْيَضُ كَسْتُفِي الْعَامِ كَوْجِهَهُ ۖ قَالَ  
 الْيَتَامَى عَصَمَةُ لِأَمَلٍ ۖ آنحضرت نے فرمایا کہ نعم ہرزنجی کا قول ہے  
 کہ آنحضرت کا یہ فرمانا اللہ و ذرا ابیطالب اس بات کا شاہد ہے کہ اگر  
 وہ آنحضرت کو منبر پر بیٹھے طالب باران دیکھتے تو بیشک خوش ہوتے  
 اور گویا آنحضرت بعد اُنکی وفات کے اُنکی خوشی کی گواہی دیتے ہیں  
 اور وہ خوشی اس روز نتیجہ تھا تصدیق قلبی کمالات و معجزات نبی کا  
 پھر ہرزنجی کہتا ہے کہ اس باریک مضمون کو سوچو اور اس دلیل کو



بوجہ حقارت قائل کے حقیرت سمجھو دُفُوقِ کُلِّ ذی عِلْمٍ عَلَیْہِ ؑ اور ہر  
 علم والے سے بڑھ کر علیم موجود ہے۔ اور حضرت ابوطالبؑ جو  
 آنحضرتؐ کی بہت سی مدح کی ہے اور وہ دلالت کرتی ہے تصدیق  
 آنحضرتؐ پر از انجملہ یہ شعار ہیں ؑ اِذَا جَمَعْتُ یَوْمًا قُرَیْشٍ لِّمُخْرِجٍ ؑ  
 فَعَبْدٌ مِّنَای سُرَّهَا وَصَحِیْبُہَا ؑ فَاِنْ اَحْصَلْتُ اَنْسَابَ عِبْدٍ مِّنَہَا ؑ فَفِیْ  
 ہَا شِمِّ اَشْرَافِہَا وَقَدِیْمُہَا ؑ وَارْفَحَتْ یَوْمًا فَاَنْحَلَّ ؑ ہُوَ الْمُصْطَفٰی مِنْ سُرَّہَا وَکَرِیْمُہَا ؑ ترجمہ  
 جس دن قریش فخر خاندان کی تلاش کے لئے جمع ہونگے تو انہیں  
 معلوم ہوگا کہ عبد مناف سارے خاندان کی ناک ہے ؑ اور جب  
 عبد مناف کی اولاد میں سے دیکھیں گے تو آل ہاشم میں شریف تر  
 اور بزرگ تر پائیں گے ؑ اور جس دن آل ہاشم فخر کریں گے تو فقط  
 محمدؐ کے باعث جسے خدا نے اُنکے برگزیدگان سے برگزیدہ کر لیا ہے ؑ  
 اور یہ بات قول آنحضرتؐ سے بھی موافقت رکھتی ہے کہ آنحضرتؐ نے  
 فرمایا اَوْ اَصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ ہَاشِمٍ ؑ اور برگزیدہ کر لیا ہے مجھے بنی ہاشم  
 میں سے۔ بزرگ بنی کہتا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ یہ بات بنی صلم کے  
 فرمانے سے پہلے از روئے الہام کے فرمائی ہے کیونکہ جناب پیغمبرؐ



صلعم نے قول حضرت ابوطالب سے بہت پیچھے یہ ارشاد کیا ہے اور  
آنحضرت کا فرمانا خود خدا کا فرمانا ہے پس ان اخبار سے اور شعار  
یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت ابوطالب رسالت بنی صلی اللہ  
علیہ وسلم کے قائل تھے اور یہی انہی نجات کے لئے کافی ہے ۔

**قرافی** نے شرح التبیح میں حضرت ابوطالب کے اس قول کے بارے میں

کہ وَقَدْ عَلِمُوا أَنَّا لَا مُكْذِبَ ۖ لَدَيْنَا وَلَا يُغْنِي لِقَوْلٍ لَا بَاطِلَ ۖ یعنی

بالتحقیق انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارا کچھ دین کے بارے میں جھوٹ  
بولنے والا نہیں اور نہ کبھی اس پر دروغ گوئی کا الزام لگا سکتے

ہیں کہ اقرار زبانی بھی ہے اور اعتقاد دلی بھی اور حضرت ابوطالب  
ان لوگوں میں سے تھے جو ایمان ظاہر ہی بھی رکھتے تھے اور باطنی

بھی فرق آنا ہی تھا کہ ظاہر میں منکر تھے اور فروعات کی پیروی  
نہیں کرتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ

میرے بھتیجے کی بات بات حق ہے اور میں عورت قریش کی عیب جی

سے نہ ڈرتا ہوتا تو اس کا اتباع کرتا پر کرتا اور جیسا کہ اوپر آچکا ہے

میں جواب دیتا ہوں کہ ان ظاہر ہی اتباع نہ کرنا اسی خیال سے تھا



کہ قریش پھر میری حمایت نہ مائین گے اور یہ جو کہتے تھے کہ عورت قریش  
 کی عیب جوئی کا خیال ہے یہ قریش کے لئے بناوٹ کی تھی تاکہ اپنا  
 وہی خیال رہے کہ یہ ہمارے دین پر ہیں اور یہ عذر ایسا صحیح عذر ہے  
 کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب جناب رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی نبوت و دعوت کو حق سمجھتے تھے۔ صحیح مسلم میں آیا ہے کہ  
 قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائیگا کہ جس شخص کے  
 دل میں رامی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اُسے دو رخ سے نکال لو  
 پس اس قسم کی احادیث سے ظاہر اس امر پر دلالت ہوتی ہے  
 کہ اقرار زبانی شرط نجات نہیں ہے بلکہ اُسکا کچھ بھی ایمان دخل  
 نہیں اُلٹا اتفاق کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ادا کرنے والا ورنہ کے  
 طبقہ زیرین میں رہیگا۔ پھر برزخ بھی کہتا ہے کہ مسلم کے نزدیک  
 چونکہ تصدیق قلبی نجات آخرت کے لئے کافی ہے یہی بات ہنر  
 نجات حضرت ابوطالب کے باریمین اختیار کی ہے اور یہی طریقہ ہمارے  
 بڑے بڑے اماموں کا رہا ہے جو مکملین گزرے ہیں اور احادیث  
 شفاعت بھی سہی پر دلالت کرتی ہیں اور وہ شمار میں بہت ہیں



اور سب کی سب بالصراحتہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ مشرک نجات  
نہیں پاسکتا اور ہمیں شک نہیں ہے کہ حضرت ابوطالب نے نجات پائی  
اس بات کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ ابھی آتا ہے پس یہ دلالت کرتا ہے  
اس امر پر کہ وہ مشرک نہ تھے۔ اسکے بعد بزرگجی نے اُن دیلموں کا ذکر  
کیا ہے جو وہ لوگ پیش کرتے ہیں جو عدم نجات کے قائل ہیں اور ہمیں  
کافی ثبوت کے ساتھ اُلٹ کر انہیں سے نجات ثابت کی ہے۔

وہ حدیث ہے جسے بخاری و مسلم نے عباس بن عبدالمطلب عم رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ پوچھا حضرت عباس نے  
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ابوطالب تمہاری محافظت  
و نصرت میں ثابت قدم تھے اور تمہارے لئے تکلیفیں اٹھاتے تھے  
آیا اس سے کچھ انہیں نفع ہوگا۔ اپنے فرمایا بلا شک ہوگا مینے  
پایا ہوتا اُنکو قعر جہنم میں یعنی وہ جاہل و ابلے تھے جہنم میں جیسا کہ آگے  
اسکی تفسیر آتی ہے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ کان فی

عَمَّاتٍ مِنَ النَّارِ فَأَخْرَجْنَاهُ إِلَى مَخَضَاتٍ وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَجَةِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ  
وہ قعر جہنم میں تھے اور میں انہیں اُبھار لایا کنارے تک اگر میں نہ ہوتا



تو آتش جہنم کے گہراں میں بھیجے جاتے۔ منھضاح ساحل کا وہ ڈھلوان  
 حصہ ہوتا ہے جس پر ٹخنے ٹخنے پانی ہوا اور یہاں ستھارے کے طور پر  
 آگ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ نیز بخاری و مسلم نے حضرت ابوسعید  
 خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے سنانکے چچا حضرت ابوطالب کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا  
 کہ شاید انہیں روز قیامت کو میری شفاعت نصیب ہو جائے اور  
 وہ کنار آتش پر آجائیں جو محض انکے پاؤں کو چھوئے مگر اس سے  
 بھی انکا دماغ پکے لگے گا۔ اور مسلم وغیرہ نے جناب رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ابوطالب کا عذاب تمام اہل دوزخ سے  
 سہل تر ہو گا وہ لوگ جو عدم نجات کے قائل ہیں اسی سبب بیان  
 کرتے ہیں کہ ان صحیح حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کافر تھے اور  
 دوزخ میں جائیں گے پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ نجات پائیں گے  
 حالانکہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ کی خبر دیکھے جو قیامت کے  
 دن خدا تعالیٰ انکے ساتھ بریگا اور اسی سے ثابت ہوا کہ وہ تصدیق  
 قلبی نہ کرتے تھے اور یہ جو بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی اس کا



سبب تھا غیرت حیت۔ اپنی ناک رکھنا کہ اپنی اولاد ماری نہ جائے  
 اور حضرت عبدالمطلبؑ بھی انہیں اس بات کا سکتف کیا تھا۔ اب  
 برزخ نبی کا قول ہے کہ میں جواب دیتا ہوں کہ نفس احادیث مذکورہ  
 سے نجات حضرت ابوطالبؑ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ خدا اُسے تعالیٰ  
 نے کفار کے حال سے یہ خبریں دی ہیں کہ لَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهِمْ  
 اُنَّ کسی طرح عذاب و دوزخ میں تخفیف نہوگی لَا يُفَتِّرُ عَنْهُمْ اُنَّ  
 کسی طرح عذاب جہنم کم نہ کیا جائیگا۔ مَا لَهُمْ مِنْهَا يُخْرِجُونَ وہ اس میں سے  
 کبھی نہ نکالے جائیں گے لَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ اہل شفاعت  
 کی شفاعت سے انہیں کچھ فائدہ نہوگا وغیرہ اور حدیث صحیح  
 سے ثابت ہو چکا ہے کہ حجیم وہ طبقہ ہے جس میں اس ثبوت کے گنہگار نہ  
 عذاب دیا جائیگا اور پھر وہ اس سے نکل آئیں گے اور وہ طبقات  
 دوزخ میں رہیں گے اور گنہگار مومنین کا عذاب عذاب کفار سے  
 کہیں ہلکا ہوگا اور چونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جن پر عذاب نار کا  
 اطلاق ہو سکتا ہے اُن سے حضرت ابوطالبؑ کا عذاب خفیف تر  
 ہوگا پس وہ گنہگار مومنین کے عذاب سے بھی ہلکا ہوگا اور ہم



یہ نہ کہہیں تو گو یا ہم قول جناب سول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 تصدیق نہیں کرتے کہ جمیع اہل دوزخ سے حضرت ابوطالب کا  
 عذاب خفیف تر ہوگا اور اچھا اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ وہ کافر  
 تھے اور ابدالآباد جہنم میں رہیں گے اور عذاب الکا اہل دوزخ سے  
 خفیف تر ہوگا تو معلوم ہوا کہ کفر کا عذاب بعض گنہگار مومنین کے عذاب  
 سے ہلکا ہوگا اب یہ ایسا قول ہے کہ اسکا قائل بہین اب تک ایک بھی  
 نہ ملا پس یہ ثابت ہے کہ حضرت ابوطالب کا عذاب گنہگار مومنین کے  
 عذاب سے ہلکا ہوگا اور انہیں شفاعت بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 بھی نفع پہنچے گا اور اسی سببے اُنکا عذاب ہلکا ہو جائیگا اور انہیں  
 ایسی جگہ ملیگی جہاں سب اہل دوزخ سے اُنکا عذاب ہلکا ہو یعنی بنی  
 صلی اللہ علیہ وسلم نہوتے تو وہ قعر جہنم میں پہنچتے اور اب قعر سے  
 کنارہ پر آجائیں گے اور فقط آگ کی جوتیان پہنائی جائیں گی جن سے  
 پاؤں کا اوپر کا حصہ بھی نہیں ڈھکنے کا اور آتش دوزخ کا یہ حصہ  
 سبے بالا ہے اس سے بالاتر ایک بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ آگ محض  
 تلواروں کو چھوئے یہ بات محض طبقہ بالا میں ہے جو گنہگار ان امت کا



مقام ہے اور یہ امر احادیث سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جن لوگوں کو  
دلون میں چھوٹے سے چھوٹے سے چھوٹے رائی کے دانہ برابر  
بھی ایمان باقی ہوگا وہ آگ میں سے نکلیں گے پر نکلیں گے علاوہ  
برین یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ اس طبقہ سے گنہگار ان امت  
کے مہل آنے کے بعد اسکی آگ بجھ جائیگی ہوا اسکے دروازوں کو کھٹکھا  
ڈالیں گی اور اُس میں ساگ آگ آئیگا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ جب تک ایسی  
آگ تہ میں رہے جو قدموں کو چھو سکتی ہو تو ساگ آگ سکے پس ان  
صحیح دلیلوں سے لازم آیا کہ ابوطالب اس میں سے نکل آئیں گے  
پھر علامہ برزنجی کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جناب  
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شَفَاعَةُ اَهْلِ الْكَبَائِرِ  
میری شفاعت گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے ہوگی اور ایک جگہ  
یون آیا ہے شَفَاعَتِي لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا یعنی میری شفاعت  
ان لوگوں کے لئے ہوگی جنہوں نے خدا کا کسی طرح شریک نہیں  
کر دانا اور اس حدیث میں لام خصوصیت آیا مثل الْحَمْدُ لِلّٰهِ کے اور  
اسکے معنی یہ ہیں کہ میری شفاعت کبیرہ گناہ کرنے والوں سے مخصوص ہے



اور چونکہ وہ کبیرہ گناہ کرنیوالوں سے مخصوص ہو گئی وہ مشرک  
 کے لئے ہو ہی نہیں سکتی اور مطلب اسکا صاف ہے کہ مغفرت  
 معاصی کی شفاعت کبیرہ گناہ کرنیوالوں سے مخصوص ہے کیونکہ  
 صغیرہ گناہوں کا کفارہ یہی ہے کہ کبیرہ سے اجتناب کیا جائے  
 اور کفار کے لئے کسی شفاعت کرنیوالے کی شفاعت کارگر نہ ہوگی  
 کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ بات کبھی نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک  
 کیا جائے اور جو بخشنا جائے گا وہ داخل شفاعت ہو نہیں سکتا  
 کیونکہ ہر ایک عذاب ایک گناہ کے مقابلہ میں ہے جب تک وہ  
 گناہ نہ بخٹ جائیگا وہ عذاب بھی جو اس کے مقابل میں ہے نہیں  
 اُٹھ سکتا اور جب شرک نہیں بخٹ جائیگا تو یہ حق ہے کہ لَا تَنْفَعُهُ  
 شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ اور لفظ شافعیں جمع ہے جس پر ال تعریفی  
 داخل ہوا ہے پس یہ شافعیں کے لئے عموم کا فائدہ دیتا ہے  
 اس سبب جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی میں  
 داخل ہے کہ وہ کفار کو کوئی نفع نہیں پہنچائیگی جیسے کسی غیر کی شفاعت  
 اور حضرت ابوطالبؑ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نفع پہنچائیگی جس



کہ انکا عذاب دھیمما ہو جائیگا اور آنحضرت کی شفاعت کی بدولت  
 وہ قعرِ جہنم سے کنارِ جہنم پر آجائیں گے پس یہاں سے لازم آیا  
 کہ حضرت ابوطالب کبیرہ گناہ کرنیوالوں میں سے ہوں نہ کہ کفار  
 میں سے اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ اس امت کے گناہ گاروں میں  
 سے ہوں جو طبقہ بالا میں رہیں گے اور جو اس حالت میں ہو گا  
 وہ نکلیگا اور داخلِ جنت ہو گا اور یہی اُس قول جناب رسالتِ مآب  
 صلعم کے معنی ہیں کہ اَرْجُوْاْ مِنْ رَبِّیْ کُلَّ خَیْرٍ میں اپنے رب کے اپنے  
 چچا کے باریکین ہر ایک خیر کا امیدوار ہوں اور یہ وہ حدیث  
 ہے جسے ابنِ سعد اور ابنِ عساکر نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ  
 عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ آپ حضرت ابوطالب کے لئے کیا امید  
 رکھتے ہیں اپنے جواب یا کہ جملہ خوبیاں جنکی میں اپنے خالق سے  
 امید کر سکتا ہوں اور ہر ایک خوبی کی امید محض مومن کے لئے  
 کی جاسکتی ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اس سے مراد محض تخفیف  
 عذاب ہو کیونکہ یہ خوبی جملہ خوبیوں سے افضل نہیں ہو سکتی



بلکہ وہ محض ایک خرابی کی کمی ہے اور بعض خرابی بعض سے گھٹکی  
 ہوتی ہے اور سب خوبیوں سے بڑھکی خوبی یہی ہے کہ داخل  
 جنت ہو جائے اور تمام الراری نے اپنے فوائد میں ایسے سند سے  
 جو مناقب میں سے شمار کیا جاسکتی ہے روایت کیا ہے ابن عمر  
 رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 قیامت کے دن میں اپنے باپ - مان - چچا اور ایک بھائی کے  
 لئے جو زمانہ جاہلیت میں تھا شفاعت کروں گا اور محب الطبری  
 نے اپنی کتاب فی مناقب ذوی القربی میں اسے روایت  
 کیا ہے اور ابو نعیم نے بھی روایت کیا ہے بلکہ بالتصریح لکھا  
 ہے کہ وہ بھائی رضاعی تھا - علامہ برزنجی کہتا ہے کہ نارسم  
 عام ہے کل طبقات جہنم کے لئے اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے خبر دی ہے کہ حضرت ابوطالب کا عذاب جمیع اہل جہنم  
 سے کہ چیر عذاب کا اطلاق ہو سکے خیف تر ہو گا اور اسکی وجہ یہ  
 بیان کی ہے کہ آگ فقط اُنکے تلو و نکو چھوٹگی پس یہ نہیں ہو سکتا  
 کہ وہ کافر ہوں کیونکہ صحیح اخبار میں وارد ہے کہ خود مومنین کو







جائیکے۔ اور نیز یہ کہ روز قیامت باری تعالیٰ اس شخص کی طرف  
نظر نہ فرمایگا جسے والدین نے عاق کر دیا ہو اور بہت سی احادیث  
صحیحہ اس بارے میں آچکی ہیں کہ عاق والدین کو عذاب شدید ہوگا اور  
کھنگاران امت میں سے سب سے پیچھے وہ آتش جہنم سے نکلیگا۔ اور  
حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ ایک عورت بہت بلی کے آگ  
میں جائیگی یعنی بلی کو روک رکھنے کے سبب اور بہت سی حدیثیں  
اس بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ ناز و انداز سے نہ چلو اور اکثر  
اس عذاب شدید کے بارے میں آئی ہیں جو اس طرح چلنے والوں کو  
ہوگا۔ اور اگر ابوطالب کا فرہوتے تو ان پر عذاب کفر ہوتا نہ کہ عذاب  
گناہان کبیرہ آور یہ یاد رہے کہ کفر کا عذاب کبیرہ گناہوں کے  
عذاب کبیرہ زیادہ ہے۔ اور اس میں کوئی شک ہے ہی نہیں  
کہ کفر سب کبیرہ گناہوں سے بڑھ کر ہے اور مثل اور کبیرہ گناہوں کے  
بخشا جانے ہی کا نہیں۔ اور اگر کوئی مومن ایسا مل بھی جائے جس پر  
ابطوالب سے ہلکا عذاب ہو تو مختصر صاوتی کے قول میں غلطی لازم آئیگی  
کیونکہ آپ نے عام طور پر ابوطالب کا عذاب سب سے ہلکا بیان کیا ہے



نتیجہ ضروری یہی ہے کہ ابو طالب کا عذاب مثل عذاب گنہگار ان  
اُمت بلکہ اُنسے کہیں ہلکا ہو۔ اور یہ عذاب اسی کبیرہ گناہ کے  
عوض میں ہے کہ اُنہوں نے شہادتین کا زبان سے اقرار نہ کیا  
بشرطیکہ ہم یہ کہہ سکیں اور ثبوت دے سکیں کہ اُنہوں نے یہ اقرار  
نہ کیا۔ اور اقرار نہ کرنا گناہ ہاں کبیرہ میں داخل ہے۔ اور اس میں  
تو کلام ہی نہیں کہ اُنکا عذر اقرار شہادتین نہ کرنے کے باری میں اتنا  
صحیح ہے کہ ایمان کو تو کوئی زل نہیں چٹپا ہی نہیں مگر ہاں ایسا نہ کرنا  
گناہ ضرور ہے۔ ایک امکان اور بھی ہے کہ ابو طالب نے اقرار کیا ہو  
اور پیغمبر خدا نے نہ سنا ہو اور محسوب نہ کیا ہو۔ اور یہ ایسا ہی ہے  
گویا اُنہوں نے کیا ہی نہیں قصہ یہ ہے کہ پیغمبر خدا وقت وفات  
حضرت ابو طالب کے پاس تشریف لے گئے وہاں ابو جہل اور  
عبداللہ بن ابی اسد مخزومی بھی موجود تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ  
چچا تم فقط لا الہ الا اللہ کہہ دو کہ میں خدا کے سامنے اسے حجت  
گرداؤں اور تمہیں بخشواؤں۔ یہ سنکر کفار کے کان کھڑے ہوئے  
اور ابو جہل و عبداللہ نے کہ ابو طالب کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے



پھرتے ہو اور یہی کہے چلے گئے یہاں تک کہ ابوطالب نے تنگ کر  
اُسے گفتگو کرنے میں آخری بات اپنی زبان سے یہی نکالی کہ میں  
ملت عبدالمطلب پر ثابت قدم ہوں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے  
انکار کر دیا۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جب ابوطالب نے  
دیکھا کہ پیغمبرِ میرے ایمان کے بارے میں بہت اصرار کرتے ہیں تو  
کہا کہ اے جانِ عم اگر مجھے قریش سے تیرے بارے میں خیال خوف  
نہ ہوتا تو میں یہ کلمہ کہہ دیتا پر کہہ دیتا اپنی جان پر کھیل جانا کچھ بڑی  
بات نہ تھی کہ میں خود پا درگور ہوں۔ اور ایک روایت میں یوں  
آیا ہے کہ جب حضرت ابوطالب کی موت قریب پہنچی تو حضرت عباسؓ  
اُنکے ہونٹ ہلتے دیکھے اور کان جو پاس لائے تو کیا سنتے ہیں  
کہ وہ اقرارِ شہادتین کر رہے ہیں۔ پیغمبرِ خدا سے بولے کہ اے بھتیجے  
خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ کلمہ کہہ دیا جس کا تم نے انہیں حکم دیا تھا  
حضرت عباسؓ نے مارے ڈر کے کہہ میں میں ابھی نہ مسلمان ہو جاؤں  
یہ الفاظ اپنی زبان سے نہ نکالے۔ پیغمبرِ خدا نے یہ سن کر فرمایا کہ میں نے  
نہیں سنا۔ اور محدثین جو کہتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا نے انکا اقرار محسوب



نہین کیا اسکے یہی معنی ہیں۔ اور جو لوگ عدم نجات کے قائل  
 ہیں وہ اس حدیث کو تسلیم نہین کرتے کیونکہ یہ حضرت عباس نے  
 حالت کفر میں ایمان لانے سے پہلے بیان کی ہے۔ اور بعض کے  
 نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ بہر حال ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت  
 عباس کا اس وقت کا قول اسی لائق تھا کہ محبوب نہ کیا جائے اور  
 یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اور احکام دنیا کے اعتبار سے ابوطالب کو  
 کافر بھی کہہ سکتے ہیں مگر خدا نے تعالیٰ کے نزدیک وہ مومن  
 ناجی ہیں اور پہلے جو دلیلین آپکین ہیں اُن سے صریح ظاہر ہے  
 کہ انکا دل نور ایمان سے منور تھا۔ کیا یہ ممکن نہین ہے کہ ابوبکر  
 و عبد اللہ بن ابیہ کے سامنے حضرت ابوطالب نے محض اس لالچ سے  
 انکار کیا ہو کہ حفاظت بنی مین خلل نہ آئے اور بعد میرے مرجانے  
 کے اُنہین کو میری آزار نہ پہنچا سکے اُنہین خوب معلوم تھا کہ قریش  
 کے دلوں میں میری قدر و منزلت بعد وفات اُسی صورت میں  
 رہ سکتی ہے جب وہ یہ جانیں کہ وہ ہمارے دین پر ثابت قدم  
 رہا اور اسی حرمت و تعظیم کے باعث ممکن ہے کہ بنی کو آزار



نہ پہنچے۔ اگر انکا قصد یہی تھا تو ہو سکتا ہے کہ انہیں معذور نہ  
 سمجھا جائے؟ بیشک جو جواب انہیں دیا تھا محض انکی خاطر کے  
 طور پر دیا تھا کہ انہیں نفرت نہ پیدا ہو اور خدشہ وہی لگا ہو  
 تھا کہ بعد میری وفات کے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 آزار نہ پہنچائیں۔ اب یہاں اجتماع ضدین ہو گیا یعنی اقرار شہادتین  
 کرنا۔ اور نہ کرنا کیونکہ اُنکے سامنے تو انکی خاطر سے اقرار کیا نہیں  
 جب وہ چل دئے تو کیا اور اسوقت حضرت عباسؓ نے جو کان  
 لگا کر سنا تو انکا اقرار سن ہی لیا۔ اور اسی سبب پہلی حدیث  
 میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ اَخْرُ مَا تَكَلَّمُ بِهِ یعنی آخری بات  
 جو اُنے کہی تھی یعنی البوجہل اور اُسکے ساتھیوں سے اور یہ نہیں  
 کہا گیا کہ اَخْرُ مَا تَكَلَّمُ بِهِ کہ مطلق آخری الفاظ جو انکی زبان  
 سے نکلے کیونکہ آخری الفاظ جو زبان سے نکلے موافق قول  
 عباسؓ اقرار شہادتین تھے اور انکا یہ کہنا کہ میں ملت عبدالمطلبؐ  
 ہوں اس بات کی دلیل ہے کہ وہ توحید پر تھے کیونکہ حضرت  
 عبدالمطلبؐ نسل اور آبا و اجداد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم



توحید پر قائم تھے جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے بہت  
 سے رسالوں میں تحقیق کر کے لکھا ہے پس حضرت ابوطالب کا  
 جواب یہ اس لئے تھا کہ وہ ظاہر ارضامند ہو جائیں اور انہیں  
 خود علم تھا ہی کہ حضرت عبدالمطلب توحید پر قائم تھے۔ اور ابن  
 عساکر عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ میرے پاس حضرت ابوطالب  
 کے لئے ایک رحمت خاص ہے جس سے وہ صلہ رحم کے سبب سے فائدہ  
 اٹھائیں گے اور عدم نجات کے جو قائل ہیں ان کے اس قول کا  
 جواب ہے کہ حضرت ابوطالب کے باریعین جو دو صحیح حدیثین  
 آپکی ہیں کہ وہ قعر جہنم میں تھے یہ دافع ایمان ہیں اور یہ اس  
 شخص کی کیفیت ظاہر کرتی ہیں جو حالت کفر میں مر گیا ہے  
 علامہ برزنجی کہتا ہے کہ ہم انکا جواب دیتے ہیں  
 کہ حالت کفر میں مر جانے والوں کی یہ کیفیت نہیں ہوتی کہ وہ  
 کنار جہنم پر آجائے بلکہ اسکی کیفیت اتنی ہونی چاہئے کہ وہ  
 طبقہ زیرین جہنم میں رہے۔ پس کسی شخص کے بارے میں سفا



قبول ہو جانا اور ایسا کہ وہ قعر جہنم سے کنار جہنم پر آجائے اُنہی  
 عدم کفر کی دلیل ہے کیونکہ کافر کے بار میں تو جملہ شفاعت  
 کہ نبی الونہی شفاعت قبول ہونے ہی کی نہیں۔ اور جناب  
 رسول خدا کے اُس قول کے کہ **لَوْ لَا اَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ**  
 یعنی اگر میں نہ ہوتا تو جہنم کے طبقہ زیرین میں ہوتے۔ یہی معنی  
 ہیں کہ اگر خداوند کریم میرے سبب اُنہیں ایمان کی ہدایت نہ  
 کرتا تو وہ کافر مارجاتے اور جہنم کے طبقہ زیرین میں پہنچتے  
 اور یہ قول آنحضرت کے اُسی قول کی لطیف ہے جو اپنے ایک بیوی  
 کے لڑکے کے بار میں فرمایا تھا جو بیمار تھا اور بیماری میں جب  
 آنحضرت اُسکی عیادت کو گئے تھے اُسے اسلام کی دعوت کی تھی اور  
 وہ اسلام لا کر مر گیا تھا تو اپنے فرمایا تھا **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْقَذَهُ مِنِّي**  
**مِنَ النَّارِ** شکر خدا ہے کہ اُس نے اس شخص کو میرے سبب  
 آتش جہنم سے نجات دی۔ اور بیان سے پچھلی حدیث کے  
 باریک معنی بھی ہمارے لئے ظاہر ہو گئے کہ حضرت ابوطالب  
 قعر جہنم میں ہوتے پس رسول نے اُنکے لئے شفاعت کی اور وہ



کنار جہنم پر نکل آئے۔ اسکے معنی پھر سمجھ لو کہ اقرار شہادتین کے  
 انکار کے سبب قعر جہنم میں داخل ہو نیوالے تھے مگر رسول خدا  
 نے شفاعت کی اللہ تعالیٰ نے ایمان کی ہدایت کر دی اور  
 جناب رسول خدا کا وہ قول کہ میں نے نہیں سنا اس بات کا منافی  
 نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے بعد اسکی خبر دیدی تو کہ  
 تعالیٰ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ حَبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ تَرْجُمَہ  
 اے محمد جس سے تو محبت رکھتا ہے اُسے تو ہدایت نہیں کرتا  
 ہے۔ بلکہ اللہ جسے چاہے اُسے ہدایت کر دیتا ہے۔ یہ آیت  
 حضرت ابوطالب کے باریمین نازل ہوئی ہے اور اس کا  
 انکے باریمین نازل ہونا اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ بنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی نائید ہو جانے کے بعد خدا نے انہیں ہدایت  
 کر دی۔ ابن سعد و ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ  
 سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا کو حضرت ابوطالب  
 کی وفات کی خبر دی تو آپ روئے اور فرمایا کہ جاؤ انہیں  
 غسل دیکر دفن کرو اللہ تعالیٰ انہی بخشش کرے اور انہیں

میں نے انہیں ہدایت کر دی ہے اور انہیں بخشش کرے اور انہیں



رحم کرے۔ پس میں ایسا ہی کیا۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آنکے جنازہ پر سفہاء قریش کے شر کے خوف سے تشریف نہ لگے اور نماز نہ پڑھنے کا سبب یہ تھا کہ جنازہ کی نماز اس زمانہ میں واجب نہ ہوئی تھی۔ اور اہل سیر و تاریخ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطالب نے وفات پائی تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے وہ ایذا بین پہنچیں کہ جنکاحیات حضرت ابوطالب مین گمان بھی نہ تھا چنانچہ جہاں قریش مین سے ایک ملعون حضرت سے بحث کرنے کو آمو جو وہو اور آخر مین حضرت کے سر مبارک پر مٹی ڈال کر چلتا بنا حضرت اپنے مکان کو تشریف لگے مگر مین پہنچے تو دختر رسول خدا اٹھکر آئیں۔ آپ روتی جاتی تھیں اور مٹی جھاڑتی جاتی تھیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے لخت جگر آزر وہ ہو خدا تیرے باپ کا محافظ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابوطالب کی وفات سے پہلے پہلے قریش سے مجھے کوئی ایذا نہ پہنچی اور کفار قریش حضرت کو ایذا پہنچانے مین جلدی

لکھ  
یہ کیا کہنا  
کہ جس نے  
سیدہ اذولہ  
کا رشتہ سیدہ  
آنحضرت سے  
ابوطالب سے  
ربان رسول  
نہ تواریک  
سکرت کرنا  
مسکری

گو اصل کتاب مین لفظ اعلیٰ آئے ہے مگر تواریخ سے ثابت ہے کہ ایسے موقعون پر امداد دی  
میں سے حضرت امیر کیا کرتے تھے اور عورتون مین سے حضرت خدیجہ یا حضرت سیدہ ۱۲



جو کی اسکا سبب یہ تھا کہ انہوں نے حضرت کو جناب ابو طالب سے بار بار  
 اقرار شہادتین طلب کرتے دیکھا تھا اور انکے پاس سے لال پیلے  
 ہو کر اٹھتے تھے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ قریش  
 مجھے ایذا دینے کے لئے مجتمع ہو گئے ہیں تو فرمایا **يَا اَعِمَّ مَا اسْعَوْ مَا**  
**وَجَدْتُ قَدْ كَانَتْ لِي** آپ کے بعد جو مجھ پر پڑینوالی تھی کیسی جلد آن پڑی  
 یہ تھی سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا  
 تو حضرت علیؑ آئے اور عرض کی **يَا رَسُولَ اللَّهِ اَنْ عَمَّكَ الشَّيْءُ الضَّالُّ**  
**قَدْ مَاتَ قَالَ اَذْهَبْ فَوَارِهِ قُلْتُ اَنَّهُ مَاتَ مُشْرِكًا قَالَ**  
**اَذْهَبْ فَوَارِهِ** یعنی اے رسول خدا آپ کے بڑے گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا  
 آپ نے فرمایا جاؤ اور اُنکی تجہیز و تکفین کرو۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں میں نے  
 عرض کی یا رسول اللہ وہ تو مشرک مرے ہیں۔ فرمایا جاؤ اور تجہیز و  
 تکفین کرو۔ جب میں کفن و دفن سے فارغ ہو کر حضرت کی خدمت  
 میں واپس آیا تو فرمایا کہ غسل کرو پس حضرت علیؑ کا یہ قول **اَنْ**  
**عَمَّكَ الشَّيْءُ الضَّالُّ قَدْ مَاتَ** پہلی حدیث کے مخالف ہے۔ اور  
 میں یہ جواب دیتا ہوں کہ حضرت علیؑ کا یہ قول اُنکی ظاہری نیادی

گو یا رسول اللہ  
 ما صنعت لک  
 ابو طالب سے  
 روایت ہے  
 کہ حضرت علیؑ



حالت کی نظر سے تھا۔ اور شاید حضرت علیؑ نے یہ بات مشرکین کے سامنے انکی خاطر سے کہی ہو اور اس طرح سے یہ پہلی حدیث کی منافی نہیں ہو سکتی جس میں انکا باطنی حال اور حقیقت امر مذکور ہے اور وہ امر انکا ایمان و تصدیق ہے۔ علامہ برزنجی کہتے ہیں کہ طریق اول سے جو ہم نے نجات ثابت کی ہے وہ کافی و وفا فی ہے اور ہمیں زیادہ بیان کرنے کی احتیاج نہیں لیکن اور جو کچھ بیان کیا گیا کہ مدعی کے لئے اور زیادہ تاکید ہو جائے۔ اور نجات کے لئے ہنہ کلام خدا سے بھی استدلال کیا ہے کہ فرمایا باری تعالیٰ نے فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ترجمہ رہے وہ لوگ جو رسول پر ایمان لائے اور جنہوں نے اسکی مدد و نصرت کی اور اس نور کے پیرو ہو گئے جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ فلاح پائیں والے ہیں۔ حضرت ابو طالب نے جناب رسول خدا کی تصدیق کی جیسا کہ مشہور و معروف ہے آپکی نصرت کی اور آپ کے سبب قریش سے لڑے اور یہ ایسی ہی باتیں ہیں کہ ناقلین اخبار میں سے ایک بھی انکا منکر نہیں تو ضرور



وہ فلاح پانیوالوں میں سے ہوئے۔ اور جو لوگ عدم نجات کے  
 قائل ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نصرت تو کی مگر اُس نوکا  
 اتباع نہ کیا جو آنحضرت پر نازل ہوا اور وہ کتابِ خدا ہے جو توحید  
 باری تعالیٰ کی دعوت کرتی ہے اسی سبب فلاح نہیں پاسکتے کیونکہ  
 فلاح پانے کے لئے یہ صفات مذکورہ موصوف ہونا چاہئے۔  
 علامہ بزرگنجی کہتے ہیں کہ اگر فلاح سے مراد ہے آتشِ جہنم سے نجات  
 پانا تو وہ تو ایمان پر موقوف ہے اور ایمان محققین کے نزدیک تصدیق  
 کہتے ہیں اور تصدیق حضرت ابوطالبؑ حاصل تھی۔ اور اگر فلاح سے  
 مراد ہے پوری پوری نجات یعنی داخل جہنم ہی نہ ہو تو ایسی فلاح  
 کے پانے کی صورت میں کفر لازم آئیں سکتا کیونکہ ہمارا یہ دعویٰ  
 ہے کہ وہ نبی کا اتباع خود کرتے تھے اور اورونکو بھی آپ کے اتباع کا  
 حکم دیتے تھے۔ اب ذرا دیکھئے حروفِ عاطفہ کی طرف جو قولِ باریؑ  
 میں آئے ہیں اَمْلُوْا لَہٗ وَاتَّبِعُوْا اِس سے ثابت ہے کہ ایمان و اتباع  
 دو مختلف چیزیں ہیں اور جب مختلف ہو میں تو ایمان تصدیق پر  
 محمول ہو سکتا ہے اور تصدیق حضرت ابوطالبؑ کی ثابت ہے



رہا اتباع وہ انہیں چھڑون میں ہو گا جنکا اُس وقت تک شرعاً حکم  
 دیا گیا تھا۔ اور وہ یہ یقین۔ توحید۔ صلہ رحم۔ ترک پریشاننام  
 جیسا کہ حضرت ابوطالبؑ اوپر کی روایت میں منقول ہو چکا ہے کہ  
 آپؐ بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپؐ کی بعثت کیوں نہ ہوئی  
 آپؐ فرمایا اس لئے کہ تم اقارب سے بہینکی پیش آؤ اللہ تعالیٰ کی  
 عبادت کرو اور سوائے خدا کے کسی اور کی بندگی نہ کرو۔ اور  
 اُس وقت تک نماز نہ کوؤ۔ روزہ۔ حج۔ اور جہاد فرض نہیں ہوا تھا  
 پس سوائے کلمہ لا الہ الا اللہ کے باقی ہی کیا تھا جس سے توحید  
 کی ادائیگی معتبر سمجھی جاتی۔ اسکا ذکر آہی چکا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ  
 اپنے اشعار میں خدا کی وحدانیت رسالت کی حقیقت اور رسول خدا  
 کی تصدیق بیان کی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وفات  
 کے وقت اُن سے اقرار شہادتین طلب کیا اس میں یہ حکمت تھی کہ  
 وفات کے وقت کا ایمان زیادہ معتبر ہوتا ہے اسی کو انجامِ نچر  
 سے موسوم کرتے ہیں اور گو وہ وقت وفات محسوب نہ کیا گیا  
 تاہم قرآن اس امر پر دلالت کرتے تھے کہ وہ دل سے تصدیق



کرتے تھے ہاں اس خوف کے اقرار لسانی سے باز رہے کہ کفار قریش  
 یہ کہہ دین گے کہ موت سے ڈر گیا اور موت سے ڈر جانا اُنکے ہاں  
 بڑی شرم اور ذلت کی بات تھی وہ لوگ فخر حاصل کر نہیں اور  
 سردار ہونے میں بڑے حریص تھے بڑے ناک والے تھے وہ یہ  
 کبھی گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ فراسی بات بھی اُنکے خلاف شان  
 اُنکے منسوب کی جائے تو یہ کوئی بعید از عقل بات نہیں ہے کہ وہ  
 اسے عظیم الشان سمجھتے۔ وجوہات ظاہری میں تو یہ عذر تھا۔ رہا  
 باطن سوا اصلی سبب اُن لوگوں کے سامنے اقرار نہ کر نیکار ہی تھا  
 کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت و محافظت  
 حتی الامکان کریں۔ وہ جانتے تھے کہ جو وقت میں اقرار شہادتین  
 کیا اور ان لوگوں پر کھلا کہ یہ بنی کا پیرو ہو گیا پھر نہ میری  
 توقیر و تعظیم اُنکے ولو نہیں رہی نہ میری حمایت کی اصل سمجھیں گے  
 بلکہ اُنکے میری وصیت کی تو حقارت کریں گے۔ اور میری  
 حرمت برباد کریں گے اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائیں  
 کہیں زیادہ پہنچائیں گے حضرت ابوطالب کو حرص تھی تو یہی تھی



کہ میرے مرجانے کے بعد جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 کہیں خلقت کو خدا کی طرف بلائے جائیں اسی لئے وہ چاہتے تھے  
 کہ قریش کے دل و دین میری حرمت باقی رہے پس اگر وہ اقرار  
 شہادتین کر دیتے اور قریش کو معلوم ہو جاتا تو حمایت نصرت  
 کی غرض اصلی فوت ہو جاتی یہ بیان سے علامہ برزنجی نے سوائے  
 اقرار شہادتین کے اور احتمالات بیان کئے ہیں جنکے باعث حضرت  
 ابو طالب کو گنہگار ان امت کے ساتھ عذاب دیا جائیگا۔ وہ  
 کہتے ہیں کہ شاید یہ عذاب اس سبب ہو کہ وہ نماز نہیں بجالائے  
 جو ابتدائے اسلام میں واجب تھی اور وہ چار رکعتیں تھیں  
 دو قبل طلوع آفتاب اور دو بعد غروب۔ پس جب حضرت ابو طالب  
 سے ان نمازون کے پڑھنے کے لئے کہا گیا انہوں نے نہ پڑھی  
 اور اسی طرح تہجد بھی نہ پڑھی جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم ابتدائے اسلام میں پڑھا کرتے تھے۔ ان نماز نہ پڑھنا ممکن  
 ہے کہ اس سبب ہو کہ کہیں قریش کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ بنی کا  
 پیرو ہے اور وہ میری حمایت قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ترک



کردین۔ پس اسلئے نماز سے باز رہنا کہ قریش کو زیادہ و صو کہ  
 رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت زیادہ ہو سکے  
 بجائے خود ایک عذر ہے تاہم نماز ادا نہ کرنا معصیت ضرور ہے  
 اور معصیت بھی ایسی جس پر عذاب ہوگا۔ اور بظاہر وہ ایک بہانہ  
 اور بھی کیا کرتے تھے کہ جب اُسے نماز کو کہا جاتا یہ کہہ دیا کرتے  
 تھے کہ میرے چوترا و پنے نہ کراؤ۔ ایسا باز رہنا بظاہر یا تو عنا کی  
 رو سے تھا یا تکبر کی رو سے اور اسی سبب زمرہ گنہگار ان مہین  
 میں معذرت کے جائیں گے خواہ وہ قریش کو یہ جتانے کے لئے  
 کہ میں تمہارے مذہب پر اور تمہارے ہمراہ ہوں و صو کہ ہی کیون  
 نہ دیتے ہوں۔ ایک احتمال آتش جہنم میں جانیکے بارے میں یہ بھی  
 نہ ہو سکتا ہے کہ بعد بعثت انہیں بعض بندوں کے حقوق بھی رہ گئے  
 تھے و علامہ برزنجی نے اپنے رسالہ کے اول میں والدین جناب  
 رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی نجات کے ذیل میں آپ کے  
 جمیع آباؤ اجداد کی نجات ثابت کی ہے کیونکہ وہ سب موحّد تھے  
 پھر حضرت ابوطالب کی نجات کے ذکر میں یہ بیان کیا ہے



کہ کسی کتاب میں یہ نہیں آیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 چچاؤن میں سے ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ تو کیوں ہمارے آباؤ اجداد کو  
 بُرا کہتا ہے؟ کہلے ہمارے خداؤن کی مذمت کرتا ہے کیوں ہمیں  
 احق بتاتا ہے جیسا کہ اور قریش کہتے تھے اسکا سبب یہ تھا کہ اگر  
 وہ چچا یہ کہتے کہ یہ ہمارے بزرگوں کی مذمت کرتا ہے تو کہتے ہی  
 کہتے کہ اپنے بزرگوں کی مذمت سے دست بردار ہو۔ یہی آگے  
 ابولہب کی دشمنی وہ بیان ابوسفیان سے سسرال کا رشتہ رکھنے  
 کے سبب تھی کیونکہ ابولہب کی شادی ابوسفیان کی بہن ام جہل  
 سے ہوئی تھی جکانام اسلام میں ام قبیح ہے اور حالہ الخطب بھی  
 اسی کو کہتے ہیں۔ سو ابولہب ان لوگوں کے سکھائے میں تھا۔  
 یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب اپنے بزرگوں کے  
 طریقے پر تھے اور اگر حضرت ابوطالب نے بت پرستی کی تو یہ لازم  
 آئیگا کہ اس سلسلہ طاہرہ میں وہ اول مشرک ہوئے اور یہ کسی طرح  
 ثابت نہیں ہوتا کہ اس مبارک خاندان پاک نسل میں سے حضرت  
 ابوطالب مشرک بت پرستی کے بانی ہوئے ہوں۔ فی الحقیقت



وہ ہر معاملہ میں مثلاً اخلاق کی خوبیوں میں۔ اپنی خاندانی بزرگی  
 و نام آوری کی حمایت میں۔ رئیس ہونے میں مرتے دم تک حضرت  
 عبدالمطلب کے قدم بقدم رہے اور انہیں کی ملت پر تھے اور جب  
 کفار قریش سے انہوں نے یہ کہا تھا کہ میں ملت عبدالمطلب پر  
 ہوں تو اسی امر کی طرف اشارہ کیا تھا اور اس طرح اُن کے بات کی تھی  
 کہ وہ تو اپنی سمجھے اور معنی اُسکے ایسے جن سے خود شرک سے خارج  
 اور زمرہ موحّدین میں داخل ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ حضرت  
 عبدالمطلب کی بھی تعریف کر دی کہ وہ موحّد تھے۔ اور بات کفار سے  
 بھی پوشیدہ رکھی کہ اُنکے دل و زمین ان کا مرتبہ اور انکی حمایت کا  
 خیال باقی رہے۔ رہا اُن حدیثوں کا ماحصل جن میں حضرت ابوطالب  
 کے کفر کا اور اُنکے آتش جہنم میں داخل ہونیکا ذکر آیا۔ وہ یہ ہے کہ  
 انہیں دنیوی احکام کا ذکر ہے جو ظاہری شرع کی نظر سے کئے گئے  
 ہیں۔ اور آتش جہنم میں داخل ہونیکا سبب یا تو ترک اقرار شہادتین  
 ہے۔ یا یہ کہ بعض واجبات ادا نہ کئے۔ یا یہ کہ حقوق بندگانِ خدا  
 اُنکے ذمہ رہے مگر یہ کی طرح لازم نہیں آتا کہ وہ آتش جہنم میں داخل



ہونگے تو اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور نہ اُن حدیثوں میں کوئی  
 ایسی حدیث آئی جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آتش جہنم میں ہمیشہ رہیں گے  
 یہ ثابت ہی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت  
 سے وہ طبقہ بالا میں رہیں گے۔ اگر وہ کافر ہوتے تو حضرت کی  
 شفاعت اُن کے حق میں قبول ہی کیون ہوتی۔ اور یہ صحیح حدیث  
 میں آچکا ہے کہ گنہگار ان امت کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا اور حضرت  
 ابوطالب کا عذاب جملہ اہل جہنم کے عذاب سے زیادہ ہلکا ہوگا تو ثابت  
 ہے کہ ان کا عذاب گنہگار مومنوں کے عذاب سے بھی ہلکا ہوگا۔ اور یہ حد  
 بھی صحیح ہے کہ گنہگار ان امت طبقہ مجیم سے نکل آئیں گے۔ ہوا  
 اُس کے دروازوں کو کھٹکھٹا ڈالے گی۔ اور اُس میں ساگ اگ آئیگا  
 پس حضرت ابوطالب بھی انہیں نکلنے والوں میں سے ہوئے  
 بلکہ انہیں سب سے اول ہوئے کیونکہ ان کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا تو  
 کافر تو اُس میں سے کبھی نکلنے ہی کے نہیں۔ ان دلیلوں سے ثابت  
 ہے کہ گواہ نہیں عذاب جہنم بھی ہو وہ ضرور بالضرور آتش جہنم سے  
 نکلیں گے اور حجت میں داخل ہونگے کیونکہ ان دونوں کے بچپن



تیسری جگہ تو اور ہے ہی نہیں۔ پھر علامہ برزنجی کہتے ہیں کہ  
 اگر تم یہ کہو کہ علماء نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 لئے ایک اور قسم کی شفاعت ثابت کی ہے جو کفار کے لئے ہوگی  
 اور یہ بیان کیا ہے کہ یہ ہمارے حضرت سے خصوصیت رکھتی ہے  
 اور اسکی مثال میں حضرت ابوطالب کی شفاعت بیان کی ہے کہ  
 اُن سے عذاب کی تخفیف ہوگی۔ میں یہ جواب دیتا ہوں کہ یہ  
 اس بات پر مبنی ہے کہ ابوطالب کافر ہوں اور ہم پہلے ہی اُنکا  
 ایمان ثابت کر چکے ہیں اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ اُنکے باپین  
 شفاعت جو ہوگی وہ باعتبار اُنکے کبیرہ گناہوں کے ہوگی جو  
 اُن سے سرزد ہوئے ہیں جیسا کہ آنحضرت کے قول سے ظاہر ہے  
 کہ شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَايَرِ اور یہ خدا تعالیٰ کے قول سے بھی  
 مشتق نہیں کہ اُس نے فرمایا فَمَا تَقْعُدُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ اور  
 کوئی خاص آیت اس آیت کے عموم کے خلاف نہیں آئی۔ اس  
 سبب اسکا عموم برقرار ہے۔ اور نہ وہ علماء سوائے حضرت ابوطالب  
 کے کسی کافر کی مثال دے سکتے ہیں جسکے باپین حضرت کی



شفاعت آئی ہو اگر اُنکے پاس کوئی اور مثال ہے تو لائیں  
 ہمیں دکھائیں کہ ہم بھی اُنہیں غور کریں ہاں اگر اُنکی مراد ظاہر  
 شریعت کے کافرون سے ہے تو پھر اختلاف لفظی باتی رہیگا  
 اگر اس تحقیقات میں شبہ نہ کریں تو اُن عالموں کو اسکا ثبوت دینا  
 پڑیگا کہ خدا ایتعالیٰ کا یہ قول اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهِ اور  
 خصوصیت رکھتا ہے اور حضرت ابوطالب اس سے مستثنیٰ ہیں یہ  
 ایک بھی نہیں کہتا۔ اسکے بعد علامہ برزنجی نے اُن آیات کا  
 ذکر کیا ہے جنکی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوطالب کے بارے میں  
 نازل ہوئی ہیں مثلاً خدا ایتعالیٰ نے فرمایا مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ  
 اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُولٰٓئِیْ قُرْبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبٰی  
 لَهُمْ اٰمَنُوْا اَصْحَابُ الْحَجِیْرِ ترجمہ یہ بنی کا اور مومنین کا کام نہیں  
 ہے کہ مشرکوں کے لئے طلبِ مغفرت کریں چاہے وہ رشتہ دار  
 ہی کیوں نہ ہوں جب اُن پر یہ ظاہر ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں  
 برزنجی کہتے ہیں کہ جتنی حدیثیں اس آیت کے نزول میں وارد  
 ہوئی ہیں میں نے سب بیکھیں اور انہیں تین وجہوں پر منقسم پایا



اول یہ کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے باریمین نازل ہوئی ہے  
 دوم یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے  
 باریمین آئی ہے۔ سوم یہ کہ اور لوگوں کے آباؤ اجداد کے باریمین  
 آئی ہے جو حالت کفر میں مرتھے تھے اور انکی اولاد انکے  
 لئے للیب مغفرت کیا کرتی تھی۔ سو وجہ دوم یعنی یہ کہ آیت  
 مذکور جناب پیغمبر صائم کی والدہ کے باریمین آئی ہے بہت ہی  
 ضعیف ہے۔ اور وجہ اول کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے باریمین  
 آئی ہے اس کے راویوں نے اسے پورا بیان نہیں کیا۔ پس صحیح  
 یہی ہے کہ اس کے نزول کا سبب ہی تیسری وجہ ہے اور اس  
 امر کا استدلال اس سے کیا گیا ہے کہ یہ آیت مدینہ طیبہ میں  
 نازل ہوئی ہے اور ساری سورۃ بھی مدنی ہے اور بعد  
 نزول بتوک کے نازل ہوئی ہے اور حضرت ابوطالب کی وفات  
 کہ معظمہ میں اس آیت کے نازل ہونے سے کوئی بارہ برس  
 پہلے ہو چکی تھی۔ پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ  
 عنہ سے نہایت صحیح طریقہ سے روایت کی گئی ہے۔ اور



راوی بھی اُسکے امام احمد - ترمذی - طیالسی - ابن ابی شیبہ - نسائی -  
 ابویعلیٰ - ابن جریر - ابن منذر - ابن ابی حاتم - ابو الشیخ - حاکم بن  
 اور یہ سب اسکو صحیح جانتے ہیں اور ابن مردودہ اور بیہقی بھی اسکے  
 راوی ہیں کہ سب اس آیت کے نازل ہونیکا یہ تھا کہ لوگ اپنے  
 آباؤ اجداد مشرکین کے لئے مغفرت طلب کیا کرتے تھے - حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے  
 والدین کے لئے مغفرت طلب کر رہا ہے حالانکہ وہ دو نوشک  
 تھے میں نے اُس سے دریافت کیا کہ تو اپنے باپ کے لئے مغفرت  
 طلب کرتا ہے درآنحالیکہ وہ مشرک ہیں - بولا کیون کیا حضرت  
 ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے مغفرت طلب نہیں کی؟ میں نے آکر  
 اسکا ذکر بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور یہ آیت نازل ہوئی  
 مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْأَلُوا النَّاسَ عَن ذُنُوبِهِمْ لَمَّا هُمْ  
 اس روایت صحیحہ کا ایک گواہ بھی بلگیا ہے وہ بھی صحیح ہے اور  
 وہ حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور اُسکے راوی ابن  
 جریر اور ابن ابی حاتم ہیں - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما



ہین کہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے لئے مغفرت طلب کیا کرتے  
 تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی اور جب یہ نازل ہوئی تو  
 وہ اپنے مردوں کے لئے تہنغار کرنے سے باز آئے اور اس بات  
 سے انہیں منع ہین کیا گیا کہ مرنے سے پہلے زندون کے لئے  
 طلب مغفرت نہ کریں۔ پھر خدائے تعالیٰ نے یہ آیت نازل  
 کی وَمَا كَانَ اسْتَغْفَارُ اَبْرَاهِيْمَ لِقَبِيْهِ اِلَّاۤ اِنْۢ يَّهْدِيْهِ رَبُّهُۥ  
 تھا اسکے لئے مغفرت طلب کیا کرتے تھے جب مر گیا ترک کر دیا  
 یہ روایت سچی گواہ ہے۔ اب چونکہ یہ روایت زیادہ صحیح ہے  
 اس پر عمل کرنا ترجیح رکھتا ہے تو اب ترجیح اسی بات کو رہی کہ  
 یہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے آباؤ اجداد کے  
 لئے طلب مغفرت کیا کرتے تھے نہ حضرت ابو طالب کے  
 بارے میں نہ پھر علامہ برزنجی یہ ذکر کرتے ہین کہ یہ بھی ممکن ہے  
 کہ اس صحیح روایت میں اور اس روایت میں کہ یہ حضرت  
 ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی اجتماع ہو جائے اور پھر بھی ہمارے  
 مطالب حاصل ہو۔ کیونکہ وہ روایت حسین یہ آیا ہے کہ یہ حضرت



ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے پورے نہیں بیان کی گئی  
 کیونکہ اُس کے راوی نے آخر میں کہا ہے لَا اسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اَنْهَ  
 عَنْكَ فَتَزَلَّ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الْاَوَّلِ یعنی اے چچا میں تمہارے لئے  
 استغفار کئے جاؤں گا جیتک کہ مجھے اس بارے میں پروردگار  
 منع نہ کر دے پس یہ آیت نازل ہوئی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الْاَوَّلِ اور راوی  
 نے یہ نہیں کہا کہ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يَسْتَغْفِرُ لِحَجَّتِهِ لَنَسْتَغْفِرَنَّ لِاَبَائِنَا فَاسْتَغْفِرُوا لِاَبَائِكُمْ فَتَزَلَّ فِي  
 حَقِّهِمْ الْاَوَّلِ کہ مسلمانوں نے کہا کہ رسول خدا اپنے چچا کے لئے  
 طلب مغفرت کرتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اپنے آباؤ اجداد کے  
 لئے طلب مغفرت کریں پس یہ آیت اُنکے حق میں نازل ہوئی  
 چونکہ یہ جملہ محذوف ہو گیا تھا راوی نے گمان کیا کہ یہ آیت  
 حضرت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اگر یہ جملہ مذکور ہوتا  
 تو برابر یہ کہتا کہ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو  
 اپنے بزرگوں کے لئے طلب مغفرت کیا کرتے تھے یہ کیفیت اس کی  
 یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو طالب سے



یہ کہا کہ ابو جہل کے اور عبد اللہ بن امیہ المخزومی کے سامنے  
 لا الہ الا اللہ کہہ دو تو حضرت ابوطالب نے انکار کیا پھر بنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے کہا کہ تحقیق میں تمہارے لئے طلب مغفرت کے جاؤ  
 یہاں تک کہ مجھ کو منع کر دیا جائے مسلمانوں نے کہا کہ رسول خدا  
 اپنے چچا کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں لاؤ ہم اپنے آباؤ اجداد  
 کے لئے طلب مغفرت کریں۔ پس انہوں نے اپنے بزرگوں  
 کے لئے طلب مغفرت کی پس یہ آیت اُنکے حق میں نازل ہوئی  
 راوی نے اختصار کر دیا اور اس میں سے یہ آخری جملہ حذف  
 کر دیا۔ اور ان روایتوں کے اجتماع پر ایسی حدیثیں دلالت  
 کرتی ہیں جن سے انکا اجتماع ثابت ہوتا ہے۔ از انجملہ وہ  
 حدیث ہے جو ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے محمد بن کعب القرظی  
 سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوطالب بیمار ہوئے پیغمبر خدا  
 اُنکے پاس تشریف لائے اور اُنسے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہہ دو  
 حضرت ابوطالب نے انکار کیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میں تمہاری  
 لئے طلب مغفرت کروں گا یہاں تک کہ باری تعالیٰ مجھے اس امر میں



منع کر دے۔ مسلمان بولے یہ محمدؐ اپنے چچا کے لئے طلب مغفرت  
 کرتا ہے اور ابراہیمؑ نے اپنے چچا کے لئے طلب مغفرت  
 کی تھی وہ بھی لگے اپنے مشرکین رشتہ داروں کے لئے طلب  
 مغفرت کرنے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ  
 آمَنُوا مِنَ الْكُفْرِ يَسْتَغْفَرُوا لَهُمْ لَوِ سَأَلُوكَ بِكُلِّ شَيْءٍ  
 ابْنِ جَرِيدٍ بَطْرِيقِ شَبَلٍ عَمْرٍ وَبَنٍ دِينَارٍ سَ رَوَايَتِ كِي هِ  
 کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے اپنے  
 چچا کے لئے در آنحالیکہ وہ مشرک تھا مغفرت طلب کی۔ مین  
 بھی حضرت ابوطالب کے لئے مغفرت طلب کئے جاؤ نکاتا آنکہ  
 خداوند کریم مجھے اس سے منع کر دے صحابہ رسول بولے  
 کہ جس طرح پیغمبرؐ اپنے چچا کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں ہم  
 بھی ضرور اپنے آباؤ اجداد کے لئے مغفرت طلب کریں گے  
 پس خدا نے یہ آیت نازل کی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفْرِ  
 وَاحِدٍ شَيْءٍ ظَاهِرٍ مُّوْتَا هِ کہ یہ آیت اس سبب نازل  
 ہوئی کہ مسلمان اپنے مشرک رشتہ داروں کے لئے استغفار



کرتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ اس روایت میں جہیز  
یہ آیا ہے کہ یہ حضرت ابوطالب کے باریمین نازل ہوئی بسبب  
اختصار یا حذف کے شبہ پڑ گیا تا آنکہ راویوں نے گمان کیا کہ  
وہ حضرت ابوطالب کے ہی باریمین نازل ہوئی ہے اور اصل میں  
یون نہیں ہے۔ اس اجتماع کے متعین ہونے کی تائید اس سے  
بھی ہوتی ہے کہ وہ ساری کی ساری سورۃ مدنی ہے اور بعد  
غزوہ تبوک نازل ہوئی ہے اور اس میں اور وفات حضرت  
ابوطالب میں کوئی بارہ برس کا فرق ہے۔ جب اس کے  
ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پہلی صحیح حدیث ملائی جائے  
اور وہ دلیلین ملائی جائیں جو اسکی گواہ ہیں اور یہ بات بھی  
جائے کہ یہ آیت مدنی ہے تو یہ نہیں چاہئے کہ ان دلیلوں کو  
لغو سمجھ لیا جائے اور اسی بات کو ترجیح دیجائے کہ وہ حضرت  
ابوطالب ہی کے باریمین نازل ہوئی ہے خواہ صحیحین ہی  
میں کیوں نہ مذکور ہو۔ یہ بات اصول حدیث میں بالتصریح اچھی  
ہے کہ حدیث غیر صحیحین کو ترجیح ہو سکتی ہے جب ایسی باتیں



پائی جائیں جو اسکی مقتضی ہوں۔ محدثین کا قول ہے کہ حدیث  
 صحیحین کا یا انہیں ایک کی حدیث کا تقدم مطلق نہیں ہے \*  
 اس اجتماع کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت  
 ابراہیمؑ کے باپے مراد اُنکے چچا بن جیسا کہ نجات والدین  
 رسول خدا کے باریمن تحقیق کیا ہے اس امر پر اہل صحف اہل  
 توریت و اہل انجیل کا بھی اجماع ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا چچا  
 وہ آزر تھا جو بتوں کو اپنا خدا مانتا تھا جیسا کہ خداوند کریم  
 نے اُسکا قصہ بیان کیا ہے اور وہ حضرت ابراہیمؑ سے کہا  
 کرتا تھا کہ اے ابراہیمؑ کیا تو میرے خداؤں سے متنفرت ہے  
 اب خیال کرو کہ حضرت ابوطالبؑ کے باریمن کسی صحیح طریقے سے  
 یہ بات نقل نہیں کی گئی کہ انہوں نے کسی بت کو اپنا خدا مانا ہو  
 یا پتھر کی پرستش کی ہو یا پیغمبر خدا کو خدا کی عبادت سے منع کیا ہو  
 اُنکے جو بڑی سے بڑی بات سرزد ہوئی وہ یہی تھی کہ اوپر  
 شہادتین زبان سے نہ کیا یا بعض واجبات ترک کئے حالانکہ  
 انکا دل جناب رسول خدا کی تصدیق اور اس قسم کی باتوں



پُر تھا پس ہمارے دین کے مقتضائے مطابق وہ ضرور آخرت  
 میں نجات پائیں گے اور یہ بات نہ عقل و حکمت کے مطابق ہے  
 نہ اس شریعتِ غزائی کی خوبیوں سے پائی جاتی ہے نہ ائمہ اہل کلام  
 کے قواعد سے ملتی ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت ابوطالب  
 آزر کو ایک درجہ میں سمجھا جائے۔ حسان رضی اللہ عنہ فرماتے  
 ہیں **شِعْرٌ آمَنَ يُتَجَوَّزُ سَوَّلَ اللَّهِ مِنْكُمْ** **وَعَلَى حَقِّهِ نَصْرُهُ وَسُوءُ**  
**تَرْجُمِهِ** کیا وہ شخص جو تم میں سے رسول کی ہجو کرتا ہے اور وہ  
 جو رسول کی مدح اور نصرت کرتا ہے برابر ہیں۔ حضرت ابوطالب  
 نے بچپن میں پیغمبرِ خدا کو پرورش کیا بڑے پن میں آپ کو اپنے  
 ہان رکھا آپ کی مدد کی آپ کی توقیر کی ہر قسم کی تکلیف آپ سے دفع  
 کرتے رہے اور قصائدِ غزائی میں آپ کی تعریف و توصیف بیان  
 کرتے رہے اور آپ کے اتباع سے خوش رہے۔ عمر بن دینار  
 سے جو حدیث ابھی بیان کی گئی ہے وہ اُنکے شرک پر دلالت  
 نہیں کرتی۔ یہ جو قول رسولِ خدا آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 نے اپنے چچا کے واسطے استغفار کیا حالانکہ وہ مشرک تھا پس



میں بھی حضرت ابوطالب کے لئے استغفار کئے جاؤں گا۔ ممکن ہے کہ  
 اسکے یہ معنی ہوں کہ ابراہیم نے اپنے عم کے واسطے باوجود اُنکے  
 شرک کے طلب مغفرت کی تو میں حضرت ابوطالب کے لئے  
 کیوں طلب مغفرت نہ کروں جس حال میں کہ اُنکی خطائیں سو  
 شرک کے اور اور ہیں پس میں اُنکے لئے استغفار کئے جاؤں گا  
 تا اُنکے میرا خدا مجھ کو منع کر دے اور خدا نے منع نہ فرمایا ہاں  
 منع فرمایا مشرکین کے لئے استغفار کرنے سے نہ خاص اُنکے  
 چچا کے لئے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یوں کہا جاتا مَّا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ  
 الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَأَنْ يَسْتَغْفِرَ النَّبِيُّ لِعَمَلِهِ  
 ترجمہ نہیں مناسب ہے نبی کے لئے اور مومنین کے لئے کہ شرک  
 کے لئے طلب مغفرت کریں اور یہ کہ نبی اپنے چچا کے لئے مغفرت  
 طلب کرے اور یہ ظاہر ہے کہ یوں نہ کہا گیا اور اسکی تصریح  
 اس سے بھی ہوتی ہے جو مؤثر مشورین بطریق ابن جریر قتاں  
 سے وارد ہوا ہے کہ صحابہ میں سے بعض نے رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے اپنے والدین کے بارے میں استغفار کے لئے



پوچھا۔ آپ فرمایا قسم بخدا میں اپنے عم کے لئے استغفار کئے جاؤں گا  
 جس طرح کہ ابراہیمؑ اپنے عم کے لئے استغفار کرتے تھے تو خدا نے  
 یہ آیت نازل کی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آفَتُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ  
 بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ایسے کلمات بذریعہ  
 وحی کے پہنچے ہیں جو میرے کانوں میں پڑ کر میرے دل میں  
 کھب گئے اعمیٰ مجھے حکم دیا گیا کہ جو شخص مشرک مرے میں اس کے  
 لئے استغفار نہ کروں۔ پس جناب پیغمبر خدا صلعم نے اول تو یہ  
 فرمایا تھا کہ میں اپنے باپ یعنی چچا کے لئے استغفار کئے جاؤں گا  
 اور پھر بجواب اپنے صحابہ کے یہ نہ فرمایا کہ مجھے اُنکے باریعین استغفار  
 کرنے سے منع کیا گیا بلکہ یہ فرمایا کہ جو شخص مشرک مرا ہوا اس کے  
 باریعین استغفار کرنے سے منع کیا گیا ہے اس میں اشارہ خفی اپنے  
 عم بزرگوار کے باریعین یہ بھی تھا کہ وہ مشرک نہ تھے یہاں سے  
 ثابت ہے کہ احادیث شفاعت اس امر پر دلالت کرتی ہیں  
 کہ آنحضرتؐ ان لوگوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے جن کے دل میں  
 اونٹ سے اونٹ سے اونٹ سے اونٹ کے دانہ کے برابر بھی ایمان



ہوگا۔ اور یہ اشارہ خفی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 اکثر واقع ہوتا تھا اس سبب کہ آپ صبح بولنا از حد پسند فرماتے  
 تھے اور یہ چاہتے تھے کہ کوئی لفظ میرے کلام میں خلاف واقع  
 نہ آنے پائے کیونکہ آپ معصوم تھے اور معصوم کی شان سے  
 جھوٹ وغیرہ کبائر محال ہیں پس آپ کا طرز بیان ایسا تھا کہ ایسے  
 عام لفظ سے مضمون ادا فرماتے تھے جس میں اشارہ خفیہ بھی ہوتا  
 اور سائل کا جواب بھی پورا پورا مل جاتا تھا جس سے اس کا دل  
 بھی خوش اور مطمئن ہو جاتا تھا۔ اسی قبیل سے ہے وہ روایت  
 جو ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لکھی ہے کہ ایک اعرابی  
 بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دریافت کرنے لگا کہ میرا  
 باپ صلہ رحم کرتا تھا اور یہ کرتا تھا اور وہ کرتا تھا اس کا کیا خیر  
 ہوا وہ کہاں ہوگا؟ حضرت نے فرمایا دوزخ میں۔ اس بات  
 سے تو گویا اسکے تن بدن میں آگ ہی لگ اٹھی جھلا کے پوچھا  
 تو پھر آپ کے چچا کہاں ہونگے؟ حضرت نے جواب دیا جہنم  
 تو کسی کا فر کی قبر کے پاس سے ہو کر نکلے اسے آتش جہنم کی بشارت



دیا کر۔ وہ اعرابی اہلام لے آیا اور کہا کرتا تھا کہ جناب سالتاب  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بہت مکلف کیا ہے اور اس وقت سے  
 میں جس کافر کی قبر کے پاس سے ہو کر گزرا اسی کو آتش جہنم کی  
 بشارت دی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مجھ  
 دیا تھا جب یہ فرمایا کہ جو وقت تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے  
 ہو کر گزرے اُسے آتش جہنم کی بشارت دیجیو یہ حضرت نے اپنی  
 عادت کے موافق کیا تھا کیونکہ جب اعرابی نے آپ کے سوال  
 کیا تھا تو آپ صاف جواب دینے سے خائف تھے اس سبب  
 کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ اور اُس کے دل کے مضطرب ہو کر پھر  
 خوف تھا لہذا ایسا جواب یا جہین تو یہ تھا ابہام تھا اور ساتھ  
 ہی اس کے راستی کا دلولہ بھی تھا۔ حقیقت حال تو صاف صاف  
 بیان نہ کی اور اُس کے باپ کے لئے اور اپنے عم بزرگوار کے لئے جاہدا  
 حکم نہ دے کیونکہ جس حالت میں وہ شخص تھا اُس کے مرتد ہو جانیکا  
 اندیشہ تھا اور یہ جہلی اور فطرتی بات ہے کہ نفوس اپنے برخلاف  
 سے نفرت کرتے ہیں اور عرب کے تو خیمہ میں ظلم اور گھٹی میں سخت ملی



پڑی ہوئی تھی اسی سبب آنحضرت نے اُسے ایسا جواب دیا کہ اُسکا  
 دل بھی خوش ہو گیا اور وہ وہم میں بھی رہا اور اُس نے اس  
 لفظ پر اعتماد کر لیا۔ یہ روایت اس قبیل کی اور روایتوں سے  
 مقدم ہے جنگوراویون نے معنی و مطلب کے لحاظ سے بدل دیا ہے  
 مثل روایت مسلم کے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ  
 میرا باپ کہاں ہے فرمایا آتش جہنم میں پس جب وہ منہ پھیر کر  
 چلنے لگا تو اُسے بلایا اور کہا کہ میرا عم اور تیرا باپ دونوں جہنم میں  
 ہیں یہ روایت منکر ہے اور علمائے اس میں بہت کچھ کلام کیا  
 ہے جکا خلاصہ زررقانی نے شرح المواصب لکھا ہے  
 اور وہ کہتا ہے کہ یہ کہنا ٹھیک ہے کہ راویون نے ہمیں تصرف  
 کیا ہے اور انکی روایتیں مختلف ہو گئی ہیں مگر صحیح وہی پہلی  
 روایت ہے یعنی حَتَّمَا مَرَرْتُ بِقَبْرِ كَافِرٍ لَّيْسَ يَكُونُ لَهُ فِي هَذَا يَوْمٍ لَّيْسَ يَكُونُ  
 یقین دلاتی ہے کہ یہ لفظ عام اعمی حَتَّمَا مَرَرْتُ بِقَبْرِ كَافِرٍ فَبَشَّرُهُ  
 بِالسَّارِ آنحضرت سے صادر ہوا ہے اور گویا بعض راویون نے  
 اس قول جناب سالتاب سے کہ حَتَّمَا مَرَرْتُ بِقَبْرِ كَافِرٍ یہ سمجھ لیا

کتاب النجاة ووقف مناصبہ منہ قریب



کہ عم رسول خدا بھی زمین شامل ہیں اور وہ بھی کافر ہیں پس اسے  
 بدل ڈالا اور ان معنی کے مطابق جو اُنکے خیال میں آئے تھے  
 اُسے روایت کر دیا اور یہ کہہ دیا اِنَّ اِلٰی وَاَبَاکَ فِی السَّارِ یعنی میرا  
 عم اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔ اور اوپر یہ جو آیا ہے کہ  
 اَزْ عَمِّ اِبْرٰہِیْمَ تھا اور ان کا باپ نہ تھا نہایت صحیح قول ہے  
 علامہ ابن جریر الحیثمی کہتا ہے کہ تمام اہل کتاب نے اس  
 بات پر اجماع کیا ہے کہ اَزْ حَقِیْقَتِ مِیْنِ حَضْرَتِ اِبْرٰہِیْمَ کا باپ  
 نہ تھا بلکہ چچا تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اُسکو باپ  
 کہا ہے کیونکہ عرب چچا کو باپ کہا کرتے تھے اور مخزومی  
 نے بھی اسکا یقین کیا ہے اور کہا ہے کہ قرآن مجید میں چچا کے  
 لئے باپ کا لفظ آیا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا  
 اَلْهٰکَ وَاللّٰہُ اَبَاکَ اِبْرٰہِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ باوجود اسکے کہ یہاں  
 کلام اولاد یعقوب سے تھا اور حضرت اسمعیل چچا تھے حضرت یعقوب  
 کے اور مخزومی سے پہلے ایک جماعت سلف نے اس معاملہ کو  
 بیان کیا ہے از نجلہ ابن عباس اور مجاہد اور ابن جریر اور سدی



ہیں ان سب نے صاف لکھ دیا ہے کہ آنحضرت ابراہیمؑ کا باپ تھا  
 بلکہ چچا تھا کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کا باپ تلخ تھا۔ اور منجملہ  
 انکے جو رازی سے موافقت رکھتے ہیں امام ورومی ہے  
 ائمہ شافعیہ میں سے اور اس نے قول باری تعالیٰ میں وَتَقْلَبُکَ  
 فِی السَّاجِدِیْنَ وہی کہا ہے جو کچھ رازی نے کہا کہ مراد تقلب سو  
 یہاں نقل کرنا ہے اصلااب طاہرہ سے ارحام ذاکیمہ کی طرف  
 اور اس آیت کی تفسیر کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے  
 مگر اس پر حصر نہیں کیا گیا ہے بلکہ قبولیت کی واسطے یہ وجہ اولیٰ  
 وفضل ہے روایت کی ہے ابن سعد۔ ہزار طبرانی اور  
 ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ اس قول باری تعالیٰ  
 میں وَتَقْلَبُکَ فِی السَّاجِدِیْنَ انہوں نے فرمایا ہے کہ نبی سے نبی کی طرف  
 اور نبی سے نبی کی طرف حے کہ تجھ کو نبی بنا کر پیدا کیا تو یہاں تفسیر کی  
 ہے تَقْلَبُکَ فِی السَّاجِدِیْنَ کی نقل کرنا اصلااب انبیاء میں گو  
 بیچ میں کچھ واسطے ہوں مگر آیت کا مطلب اس سے زیادہ عام  
 ہے اور اس سے مراد وہ نمازی لوگ ہیں جو قسرت حضرت ابراہیمؑ



میں برابر ہے اور یہ معافی زیادہ تر وضع ہیں کیونکہ اسمین غیر نبی  
 بھی شامل ہیں روایت کی ہے ابن المنذر نے ابن جریر سے  
 کہ وہ کہتا ہے کہ اس قول باری تعالیٰ کے مطابق کہ رَبِّ اجْعَلْنِي  
 مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ترجمہ خداوند اگر وہ ان مجھ کو اور میری  
 اولاد میں سے بعض کو قائم کرنیوالا نماز کا کچھ لوگ فطرت پر  
 قائم رہے اور فقط اللہ تعالیٰ کی پیش کرتے رہے روایت  
 ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور قجاہد سے اس قول باری تعالیٰ  
 میں وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقْبِهِ ترجمہ اور گردانا ہے  
 اسکو ایک کلمہ باقی بعد میں اس کے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ باقی  
 رہا ہے عقب حضرت ابراہیم میں اور قجاہد سے اس آیت  
 کے باریعین یہ روایت ہے کہ اس کلمہ باقی سے مراد ہے شہاد  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور توحید کیونکہ قائل توحید بعد حضرت  
 ابراہیم کے ذریت حضرت ابراہیم میں باقی رہے طروق  
 صحیح سے یہ امر یقیناً صحت کے درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ زمین سات  
 مسلمین سے ہرگز خالی نہ رہیگی۔ از انجملہ عبد الرزاق وابن المنذر



سند صحیح سے مطابق قواعد مقررہ شیخین حضرت علی رضی اللہ عنہ  
 سے روایت کی ہے قَالَ لَا يَزَالُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ سَبْعَةُ مَسْكُونِينَ  
 فَصَاعِدًا وَلَوْلَا ذَلِكَ لَهْلَكَتِ الْأَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا تَرْجَمَ فَمَا  
 ہمیشہ رہتے ہیں روئے زمین پر سات مسلمان یا زیادہ اور اگر  
 ایسا نہ ہوتا تو غارت ہو جاتی زمین اور اہل زمین روایت  
 کی ہے امام احمد نے سند صحیح سے مطابق شرط شیخین ابن عباس  
 رضی اللہ عنہما سے قَالَ مَا خَلَقَتِ الْأَرْضُ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ مِنْ سَبْعَةِ  
 يَوْمٍ اللَّهُ يَوْمَ عَنِ أَهْلِ الْأَرْضِ تَرْجَمَ فَمَا يَهْنِي خَالِي رِجْلِي زِمِينَ  
 بعد حضرت نوح علیہ السلام کے ایسے سات سے جنکے سبب دفع  
 کیا کرے خداوند کریم بلائیں اہل زمین کی اور بخاری نے یہ  
 حدیث روایت کی ہے کہ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونٍ بَنِي آدَمَ قَرْنًا  
 فَقَرْنًا حَتَّى بُعِثْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ تَرْجَمَ مَبْعُوثٌ كَمَا  
 گیا ہوں ہر صدی میں بنی آدم کی بہترین صدیوں سے  
 یہاں تک کہ پیدا کیا گیا میں اس صدی میں جس میں کہ میں موجود  
 ہوں اب جو ان دونوں مابقی حدیثوں کو اعنی بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ



قُرُونِ بَنِي آدَمَ اَلْاَرْضَ لَمْ تَحُلْ مِنْ سَبْعَةِ مُسْلِمِينَ اَمِنْ  
 ملایا جائے تو وہی نتیجہ نکلتا ہے جو امام فخر الدین رازی نے  
 فرمایا کہ جناب پیغمبر خدا صلیم کے آباؤ اجداد و اُمہات  
 کل کے کل موجد تھے کیونکہ اگر آنحضرت کے اجداد اپنے اپنے  
 زمانہ میں ان سات اشخاص مذکور میں سے ہوتے تھے تو ہمارا  
 مقصد حاصل ہو گیا اور اگر ان کے علاوہ ہوتا تھا تو دو صورتوں  
 خالی نہیں کہ یا تو وہ ملت حنیفیہ ابراہیم علیہ السلام پر ہوں  
 تو بھی مقصد ہمارا حاصل ہے یا مشرک ہوں اور مشرک ہونکی  
 صورت میں وہ بالوں میں سے ایک لازم ایگی یعنی یا تو  
 غیر انکا کئے بہتر ہوا ورنہ بات حدیث صحیح کے مخالف ہے  
 اور اسی سبب باطل ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا کہ وہ بنی آدم  
 کی صدیوں میں سے بہترین صدی میں ہوتے تھے اور اس  
 صدی کے بہترین ہوتے تھے یا یوں ہو کہ وہ بہتر ہوں  
 مگر مشرک ہوں اور یہ بالاجماع باطل ہے کیونکہ باری تعالیٰ اثنائے  
 فرماتا ہے وَلَعَبْدًا مُّؤْمِنًا خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ تَرْجُمَہُ اور تحقیق



بندہ مؤمن بہتر ہے بندہ مشرک سے۔ یہاں سے ثابت ہو گیا  
 کہ وہ موحّد ہوتے تھے اور اپنے زمانہ کے تمام اہل ارض سے  
 بہترین ہوتے تھے بعد از اَن علامہ برزنجی نے یہ بیان کیا  
 ہے کہ جلال الدین سیوطی اور اور علما نے جو تالیفیں آباؤ اہمات  
 بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی نجات کے بارے میں اور اس بارے میں کی  
 ہیں کہ انہیں سے ہر ایک موحّد تھا انہیں اس امر کی نہایت پختہ  
 دلیلین اور حجتین بھی لکھی ہیں اور آباء رسول خدا میں سے ہر ایک  
 کی جداگانہ سوانح عمری بھی اور احادیث کثیرہ سے بھی یہ بات  
 پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا اَنْزَلَ اَنْفُلٌ مِّنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ اِلَى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ  
 ترجمہ میں ہمیشہ منتقل کیا گیا ہوں پاکیزہ صلبوں سے پاکیزہ  
 رحموں میں اور ایک روایت میں یوں آیا ہے لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يُقَلِّدُ  
 مِنَ الْاَصْلَابِ الْحَسْبِيَّةِ اِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ  
 ترجمہ ہمیشہ منتقل کرتا رہا ہے مجھ کو خدا اصلاّب پاکیزہ نسب  
 حسب ارحام طاہرہ و مطہرہ میں۔ اسی معنی پر محمول کیا ہے



بعض نے اس قول باری تعالیٰ کو کہ وَتَقَلُّبُكَ فِي السَّاجِدِينَ  
اور اس قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ مِنْ أَصْدَاقِ  
الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ پس کیا آباؤ اجداد بنی صلی اللہ  
علیہ وسلم کے اور کیا امہات آنحضرت کی اُمین سے حضرت آدم  
وحوّا تک کوئی کافر نہ تھا کیونکہ کافر کی یہ صفت نہیں بیان  
کیجاتی کہ وہ طاہر ہے اور اسی بات کی طرف اشارہ کر کے  
صاحب قصیدہ ہمزیدہ ارشاد فرماتے ہیں ۷

لَمْ تَزَلْ فِي صَمَاءٍ لَوْ كُنْ تَحْتَهُ الْكَاتِبَاتُ وَالْأَبْأَطُ  
ترجمہ ہمیشہ پسندیدہ اور برگزیدہ کے گئے ہیں آپ کے لئے  
اہل زمانہ میں سے ماں اور باپ اور فرمایا ہے جناب  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَا وَلَدْتُ مِنْ نَبِيٍّ قَطُّ  
مَنْ خَرَجْتُ مِنْ صُلْبِ أَدَمَ لَمْ تَزَلْ تَتَّكَزُّ عَنِ الْأُمُوكِ كَابِرًا  
عَنْ كَابِرِ حَقٍّ خَرَجْتُ مِنْ أَفْضَلِ حَيِّينَ مِنَ الْعَرَبِ  
ہاشمہ زہرۃ ترجمہ جس وقت سے کہ میں صلب آدم  
سے جدا ہوا کسی باغی اور سرکش کے ہاں پیدا نہیں ہوا



اور ہمیشہ امتوں کے بزرگ اور فرقوں کے سرگروہ میرے بارے میں  
 جھگڑتے چلے آئے یہاں تک کہ میں تمام عرب اور فضل و اعلیٰ  
 مرد و عورت یعنی حضرت ہاشم اور انکی زوجہ حضرت زہرہ سے  
 پیدا ہوا۔ یہی سبب تھا کہ حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ میں ملت  
 عبدالمطلب پر ہوں اب ہم کچھ حالات اُسین سے بیان  
 کرتے ہیں جو کچھ ان فاضلون نے حضرت عبدالمطلب کے بارے میں  
 لکھا ہے تاکہ تمہیں یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے  
 کہ وہ حضرت موحّد تھے۔ ان فاضلون نے جو کچھ حضرت  
 عبدالمطلب کے بارے میں لکھا ہے اُسین اول یہ ہے کہ وہ حضرت  
 صفات اخلاقیہ میں کامل و اکمل پیدا ہوئے تھے اور بعد  
 اُنکے چچا مطلب کے اُنکے امارت و سرداری ملی تھی۔ وہ حضرت  
 اپنی اولاد کو ظلم اور بغاوت کے ترک کرنیکا حکم دیا کرتے تھے

مترجم: تو سنا تے ہیں کہ حضرت ہاشم و زہرہ سے حضرت عبدالمطلب رسول پیدا ہوئے ہیں اور جناب  
 پیغمبر خدا انکی پیدائش کو اپنی پیدائش فرمایا یہ نہ فرمایا کہ مجھے فضل حسین عربی حضرت عبدالمطلب انکی زوجہ  
 حضرت فاطمہ سے پیدا کیا کیونکہ جب دادا کی پیدائش حضرت کی پیدائش تو باپ کی پیدائش  
 بالا و لے حضرت کی پیدائش ہوگی مگر اس میں حکمت یہ تھی کہ حضرت عبدالمطلب نور جناب پیغمبر خدا  
 و نور حضرت علی مرتضیٰ ملا ہوا تھا اسلئے حضرت نے وہیں تک بیان کیا کہ علی مرتضیٰ امیر اہم شان  
 ہے پیدائش میں اور اُمّی نور کا شعبہ ہے مگر بنی نہیں ہے تو حد و قرب بنی یہ ہے ۛ



اور انکو مکارم اخلاق کی حرص دلایا کرتے تھے اور ذلیل کاموں سے منع فرمایا کرتے تھے اور یہ ارشاد کیا کرتے تھے کہ ظالم اس دنیا سے ہرگز نہ نکلیگا جب تک کہ اللہ اس سے بدلہ نہ لے اور اسکو عذاب نہ پہنچے یہاں تک کہ ایک شخص ظالم ملک شام کا رہنے والا مر گیا اور اسکو عذاب نہ پہنچا یہ بات حضرت عبدالمطلب سے ذکر کی گئی تو انہوں نے فکر کیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم اس عالم کے بعد ایک اور عالم ہے جہین نیکی کرنے والی کو اسکی نیکی کی جزا ملیگی اور بدی کرنے والے کو اسکی بدی کی سزا یعنی ظالم کو اسکے ظلم کی عقیبت ملیگی اور اگر وہ دنیا سے اس حالت میں چلا گیا کہ اسے عقیبت نہ پہنچی تو وہ اسکے لئے آخرت میں تیار ہے۔ اس سے انکار یا قیامت کے دن کا ثابت ہے یہ علم ہے جو فرست صادق ہے اہنین حاصل ہوا تھا اور نور الہی ہے جو دل میں بطور الہام کے واقع ہوا تھا۔ حضرت عبدالمطلب بتوں کی عبادت کو برا جانتے تھے اور خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل تھے اُنکے زمانہ میں کوئی شریعت جاری نہ تھی اسی لئے اُنکی عبادت یہ



تھی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمات میں فکر کریں اور اسکی مخلوقات میں  
 غور کریں اقربا سے بہینکی پیش آئین۔ نیک کام کریں اور عمدہ ترین  
 اخلاق سے متصف ہوں۔ وہ اکثر غار حرا میں خلوت میں جا کر  
 بیٹھا کرتے تھے کہ قوت فکر مجتمع ہو اور وہ خداوند کریم کی صفات  
 میں اور ان افعال میں جو اسکی موجودگی پر دلالت کرتے ہیں  
 پورا پورا غور و خوض کریں۔ سنت رسول میں ان حضرت سے وہ  
 وہ باتیں وارد ہوئی ہیں جسے کہ وہ متصف تھے اور لوگوں کو  
 لے کر بجا لایا حکم دیتے تھے منجملہ اُنکے یہ تھیں سنت کا پورا کرنا جو  
 حرام کھانچ ہیں لے روکنا چور کے ہاتھ کاٹنا۔ دختر کشی سے باز  
 رکھنا۔ شراب و زنا کو حرام فرمانا اور بیت اللہ کانگے طواف کرنا  
 نیز حضرت عبدالمطلب اول شخص تھے جنہوں نے سواہٹ  
 خون بہا یا دیت کے مقرر فرمائے اور شریعت نے اس امر کی  
 تائید کی اور اسے جاری رکھا اور حضرت عبدالمطلب میں سے شہو  
 مثل مشک کی خوشبو کے آتی تھی اور انکی پیشانی نورانی پر نور تھا  
 رسول مقبول چمکتا تھا اسی کے بار میں شاعر کہتا ہے شعر



عَلَاشِيَّةُ الْحَمَلِ لِلَّهِ كَانَ وَجْهُهُ ۞ يُضِيءُ ظِلَامَ اللَّيْلِ كَالْقَمَرِ الْبَدْرُ ۞  
 ترجمہ بلند مرتبہ ہے شہیدہ الحمر عبدالمطلب جنگ چہرہ نورانی  
 روشن کرویتا ہے رات کے اندھیرے کو مثل چودھوین رات کے  
 چاند کے ۞ قریش کا یہ حال تھا کہ جب قحط شدید ہوتا تھا تو وہ  
 حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہو کر انکی توسل سے پانی  
 طلب کیا کرتے تھے اور انہیں پانی مل جاتا تھا۔ اور جب صحاب  
 فیل کعبۃ اللہ کو منہدم کرنے کے ارادہ سے آئے تو انکی دعا  
 سے بیت اللہ کے قریب ہلاک ہو گئے اور اس دن کے جو شعاع  
 آپ سے نقل کئے گئے ہیں انہیں یہ بھی ہیں ۞ اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَبْدَ يَمْنَعُ  
 رَحْلَهُ فَاْمَنْعَ رَحَالَكَ ۞ وَانْصُرْ عَلَيَّ اِلٰى الصَّلٰىبِ وَعَايِدِيْهِ  
 الْيَوْمَ الْكَ ۞ ترجمہ بار الہا بندہ اپنے اسباب کی  
 حفاظت کیا کرتا ہے تو اپنے مال کی حفاظت کر اور آج اپنے  
 پریش کر نیوالوں کی بخلاف صلیب پرستوں کے مدد فرما۔ او  
 یہ بھی فرمایا یا رب لا ارجو لہم سوا کا ۞ یا رب فامنع عنہم حاکم ۞  
 اَنْ عَدُوَّ الْبَيْتِ قُلْ عَادَاكَ ۞ فامنعہم وَاَنْ يَخْرُبُوْا فِرَاكَ ۞



ترجمہ۔ اے رب میرے مین سوائے تیرے کسی سے قریش  
 کے لئے اُمید نہیں رکھتا۔ اے رب میرے تو اپنی حمایت کو ان  
 لوگوں سے باز رکھ۔ بالتحقیق تیرے گھر کے دشمنوں نے تیری  
 دشمنی پر کمر باندھی ہے۔ تو انکو اپنے بستیوں کے برباد کرنے سے  
 باز رکھ۔ **صحاب** فیل اُنکے اونٹوں کا گلہ لے گئے اسلئے وہ  
 سردار ابرہہ کے پاس اپنے اونٹوں کو چھڑانے کے لئے گئے۔ اُس  
 نہایت تعظیم و تکریم کی اور اپنے برابر تخت پر بٹھالیا۔ جب حضرت  
 عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کا سوال کیا تو ابرہہ بولا  
 کہ اسوقت آپ میری نظروں سے گر گئے مین اسلئے آیا تھا کہ  
 اس گھر کو جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین ہے منہدم  
 کر دوں اور آپ اُن اونٹوں کے خیال مین جو آپ کے مین نے  
 پکڑوائے مین ایسے منہمک ہوئے کہ اُس گھر سے لاپرواہ ہو گئے  
 جواب مین یہ مختصر ارشاد کیا کہ **اَنَارَبُ الْاَوَّلِ وَلِلْبَيْتِ اَبٌ يَّمْنَعُهُ**۔  
 ترجمہ مین تو اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک  
 مالک ہے جو خود اسکی حفاظت کر لیگا اور صاف فرما دیا کہ اے







بھی۔ نئی اور پرانی سب شیا تیرے ہی پاس سے پہنچتی ہیں۔  
 حضرت عبدالمطلب کا یہ حال تھا کہ بچپن ہی میں جناب  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و تعظیم کیا کرتے تھے اور  
 فرمایا کرتے تھے کہ میرے اس بیٹے کے لئے کوئی شانِ عظیم  
 اور ماقبل مابعد ولادت آنجناب راہبوں اور کاہنوں  
 سے حضرت کی شان میں بہت کچھ سنا تھا حضرت عبدالمطلب  
 قریش کے لیے رئیس تھے کہ ہر کس و ناکس آپ کی عظمت و بزرگی کو  
 مانتا تھا چنانچہ قریب کعبۃ اللہ وہ آپ کے لئے ایک سنبھارتے  
 تھے آپ اس کے اوپر رونق افروز ہوتے اور رؤسا قریش اس کے  
 گرد و پیش بیٹھ جاتے الایہ کیسی مجال نہ ہوتی کہ حضرت کے منہ پر  
 بیٹھے یا یہ کہ اس پر اپنا پاؤں بھی رکھے۔ مگر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم بچپن ہی میں لوگوں کو ہٹا کر تشریف لے چلے آتے تھے  
 انھیں اپنے جدا مجد حضرت عبدالمطلب کے پہلو میں رونق افروز ہوتے  
 اور بارہا اپنے جدا مجد کی تشریف آوری سے پیشتر ہی تشریف  
 لے آتے اور حضرت کی سند پر تشریف رکھتے اور اگر آپ کے چچا



میں سے کوئی آپکو منع کر نہ کیا ارادہ کرتا تو حضرت عبدالمطلب  
 اسکو چھڑکتے اور یہ فرماتے کہ اس سے کچھ مت کہو اسکی شان  
 عظیم سے پھر آنحضرت کو اپنے برابر مندر پر بٹھاتے اور دست  
 شفق پشت مبارک پر پھیرتے اور آنحضرت کو جو کچھ کرتے دیکھتے  
 اس سے برابر خوش ہوتے اور اظہارِ مسرت فرماتے۔ جب  
 حضرت عبدالمطلب انتقال فرمایا تو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا سن مبارک آٹھ برس کا تھا۔ حضرت نے آنحضرت کے  
 باریہین آپکے عم نامدار حضرت ابوطالب سے جو آپکے پدر بزرگوار  
 حضرت عبد اللہ کے حقیقی بھائی تھے وصیت فرمائی۔ حضرت  
 عبد اللہ و حضرت ابوطالب کی مادر گرامی کا اسم مبارک و نسب  
 حسبِ نسل تھا فاطمہ بنت عمرو بن عائد بن عمرو بن مخزوم حضرت  
 ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے  
 ابوالعباس سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ ایک پتھر پر حضرت  
 عبدالمطلب کی نشہ گاہ تھی جسپر وہی تشریف فرما ہوتے تھے  
 سوائے انجناب کے اور کوئی نہ بیٹھتا تھا۔ حرب بن امیہ اور علاوہ



اسکے اور جو سردارانِ قریش تھے وہ اس نشست گاہ سے نیچے  
 حضرت کے ارد گرد بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن جناب پیغمبر خدا  
 بچے سے تو تھے ہی تشریف لائے اور اس مسند پر بیٹھ گئے کسی  
 شخص نے آپ کو کہینچ لیا آپ رونے لگے حضرت عبدالمطلب نے  
 استفسار فرمایا کہ میرے بچے کو کیا ہوا کیون رو رہا ہے لوگوں نے  
 عرض کیا کہ وہ مسند پر بیٹھنا چاہتا تھا اُسے منع کر دیا ہے حضرت  
 عبدالمطلب نے فرمایا میرے بچے کو چھوڑ دو اور بیٹھنے دو کیونکہ وہ اپنی  
 ذات سے یعنی خود بخود اپنے شرف کو پہنچاتا ہے اور مجھے امید  
 ہے کہ وہ ایسا شرف حاصل کر لے گا کہ کسی عرب نے نہ اس سے پہلے کبھی  
 حاصل کیا ہے نہ مابعد کوئی حاصل کرے اسکے بعد یہ ہو گیا تھا  
 کہ حضرت عبدالمطلب ہوتے یا نہ ہوتے کوئی شخص جناب پیغمبر خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو مانع نہ آتا ایک روایت میں یوں آیا ہے  
 کہ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا میرے بچے کو چھوڑ دو کہ وہ ملک کو  
 اپنی طرف راغب کر لے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسکا نفس  
 اُسے ملک عظیم کی خبر دیتا ہے اور قریب کہ اسکے لئے کوئی شان



ہے حضرت عبدالمطلب قوم قریش کے بہت بڑے عالم  
 اور حکیم تھے رستہ جاب الدعوات تھے اور شراب کو اپنے لئے حرام  
 جانتے تھے اور وہ اول شخص تھے جو غار حرا میں تحنث فرمایا کرتے  
 تھے (تحنث کے معنی ہیں اکثر اتون کو عبادت الہی بجا لانا)  
 جب مہینہ رمضان المبارک کا آتا تو وہ غار حرا کی طرف صعود  
 فرماتے اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتے اور اس صعود سے  
 مراد یہ ہوتی تھی کہ لوگوں نے خلوت کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال  
 و عظمت میں فکر و غور کریں اور ان کے دسترخوان سے طیور و  
 وحوش پہاڑ کی چوٹیوں پر کے خوراک پاتے تھے اسی سبب  
 انکو مطعم الطیر اور فیاض کہا کرتے۔ جب پیدا ہوئے تھے  
 تو ان حضرت کے سر میں سفید می تھی جسے عرب شیبہ کہتے ہیں  
 اسی سبب انکا نام سببہ الحجد رکھا اس امید پر کہ یہ سردار ہوں  
 بوڑھے ہوں اور خلق خدا انکی شناخوان ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ  
 ان سب باتوں کو واقعی کر دیا خلق خدا حضرت کی بڑی شناخوان  
 تھی کیونکہ تمام قریش اپنا و کھڑا حضرت کے سامنے آکر رویا کرتے



تھے۔ اور تمام امور میں آپ ہی اُنکے ملجاؤ ماوئے تھے آپ ہی  
اُنکے سردار تھے اور آپ ہی اُنکے حاکم تھے سب طرح سے از روئے  
کمالات و فضائل کے بھی اور از روئے اعمال و افعال کے بھی  
آپ نے ایک سو چالیس برس کی عمر پائی آپ کے مناقب بکثرت  
ہیں از انجملہ چاہ زمزم کا کھودنا ہے جو بعد حضرت اسماعیل کے  
لوٹ پھوٹ کر معدوم ہو گیا خواب میں آپ کو اُسکے کھودنے کا  
حکم دیا گیا اور خواب ہی میں اُسکا مقام بتلایا گیا اس بات کا  
بہت بڑا قصہ کتب سیر و تواریخ میں موجود ہے سیرۃ الحلیہ  
میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے  
کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یَبْعَثُ جِبَّتِی  
یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی زِیِّ الْمُلُکِ وَ اُیْمَةُ الْاَشْرَافِ ترجمہ میرے  
جد بزرگوار حضرت عبداللہ مطلق قیامت کے دن بادشاہوں  
کے لباس اور حکام کی شان سے اٹھائے جائیں گے علامہ  
برزنجی کہتے ہیں کہ روایت میں وارد ہے کہ حضرت عبداللہ مطلق  
انبیاء کا نور اور بادشاہوں کا حسن عنایت کیا جائیگا اور وہ



اپنی اُمت میں تنہا مبعوث ہونگے پر زہنجی کہتا ہے کہ اسکا  
 سبب یہ ہے کہ وہ حضرت موحّد تھے اور یہ حالت مثل ان شخاص  
 کی حالت کے ہے جنکی نسبت بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی  
 ہے جیسے زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل کہ وہ اپنی اُمت  
 میں تنہا اٹھائے جائیں گے اور جو شخص اپنی اُمت میں تنہا  
 اٹھایا جائے گا کچھ بعید نہیں کہ اُسے انبیاء کا نور عطا فرمایا جائے  
 کیونکہ وہ یکے تابع نہ تھا بلکہ بذاتِ خود مستقل تھا اب ہی یہ  
 بات کہ انکو جمالِ ملوک عطا کیا جائیگا اسکا باعث یہ ہے کہ وہ اپنے  
 زمانہ میں قریش کے حاکم تھے اور خود ان بادشاہوں سے تعلقاً  
 رکھتے تھے جو عدل سے معمور تھے اور ظلم سے محفوظ رہتے تھے اور  
 ابو نعیم نے کعب الاحبار سے جو روایت کی ہے وہ اس امر کی شاہد  
 ہے وہ کہتے ہیں کہ تو ریت میں اُمت محمدیہ کی صفت کے بیان میں  
 یہ آیا ہے کہ انکو روز قیامت انبیاء کا نور عطا ہوگا۔ خلاصہ یہ  
 ہے کہ جو شخص حضرت عبدالمطلب کی سوانح عمری جو کچھ علمائے  
 لکھی ہے پڑھیگا وہ بالیقین اس امر کو جان لیگا کہ وہ موحّد تھے



اور اس طرح اُنکے باقی آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک  
 اور یہین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب کا وہ قول کہ  
 میں ملت عبدالمطلب پر ہوں اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ  
 میں موعدهوں اور صاحب اخلاق حسنہ اور اگر حضرت ابوطالب  
 سوائے اس قول کے کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں اور اشارت  
 توحید پر دلالت کرنے والے نہ بھی صادر ہوتے تو بھی کافی تھا  
 اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اس طیب ذوق کو یہ وہ مسلک ہے جسے  
 علامہ السید محمد بن رسول البرزنجی نے نجات حضرت ابوطالب کے  
 بارہین اختیار کیا ہے اور کسی شخص نے اُنکے پہلے اس میں سبقت  
 نہیں کی پس اللہ تعالیٰ اُنکو بہترین جزا عنایت فرمائے یہ مسلک  
 ایسا ہے کہ مومنین میں سے جو شخص مُتَّصِف بِصِفَتِ انصاف ہو گا  
 وہی اسکو پسند کریگا کیونکہ نصوص میں سے زمین کسی چیز کو باطل  
 نہیں کیا گیا ہے نہ کچھ بڑھایا گیا ہے بڑے سے بڑی یہ بات  
 ہوئی ہے کہ علامہ موصوفی نے معانی مستحسن پر محمول کیا ہے بلکہ  
 ایسے معنی لئے ہیں جس سے مشکلات رفع ہو جائیں اور جملہ ابرہہ



اور نتیجہ یہ ہو کہ اُنکے ذریعہ سے خوشنود می جناب رسالتا ب  
 صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوا اور اُدھر حضرت ابوطالب کی  
 مذمت کرنے سے اور اُنکے بغض رکھنے سے محفوظ رہا جائے  
 کیونکہ اس سے جناب رسالتا ب کو ایذا ہوتی ہے اور باری تعالیٰ  
 ارشاد فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ  
 اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ترجمہ بالتحقیق  
 جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اللہ کے رسول کو لعنت کریگا  
 انہیں اللہ دنیا میں اور آخرت میں اور تیار کر لگا اُنکے لئے سخت  
 سے سخت عذاب ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ  
 رَسُوْلَ اللّٰهِ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ترجمہ اور جو لوگ ایذا دیتی  
 ہیں رسول اللہ کو اُنکے لئے دکھ کی مار ہے امام احمد بن الحسین  
 الموسلی حنفی نے جو ابن وحشی کے نام سے مشہور ہیں اپنی شرح  
 میں جو انہوں نے علامہ محمد ابن سلامۃ القضاعی کی کتاب سمیع  
 شہاب الاخبار پر لکھی ہے یہ صاف لکھ دیا ہے کہ بغض حضرت  
 ابیطالب کفر ہے (علامہ محمد ابن سلامۃ کی وفات ۷۵۳ھ میں



ہوئی ہے) اور نص اس پر ائمہ مالکیہ کی بھی ہے علامہ  
 علی الجھوری نے اپنے فتاویٰ میں اور تلمسانی  
 نے اپنے حاشیہ میں جو انہوں نے شفا پر لکھا ہے ذکر ابیطالب  
 کے باریمین لکھا ہے کہ انکا ذکر سوائے حمایت بنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے اور طرح مناسب نہیں کیونکہ انہوں نے حمایت  
 کی آنحضرت کی اور نصرت کی اپنے قول سے بھی اور فعل سے  
 بھی اور انکا ذکر بے ادبی سے کرنا رسول مقبول کو ایذا دینا ہے  
 اور نبی کا ایذا دینے والا کافر ہے اور کافر مستحق ہے قتل کئے  
 جانیکا اور یہی قول ہے ابو طاہر کا کہ مَنْ أَبْغَضَ أَبَا طَالِبٍ فَهُوَ كَافِرٌ  
 یعنی جو شخص بغض رکھے حضرت ابو طالب سے وہ کافر ہے حاصل  
 سبک یہ ہے کہ ایذا جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 ہے اور اسکا فاعل اگر توبہ نہ کرے قتل کیا جائے اور مالکیہ کے  
 نزدیک توبہ بھی کرے تو بھی قتل کیا جائے طبرانی و  
 بیہقی سے روایت کی گئی ہے کہ ابو لہب کی بیٹی ہے جکا  
 نام بقولے سبیعہ تھا اور بقولے درہ اسلام لاکرا اور ہجرت کر کے



مدینہ منورہ آئی تو لوگوں نے کہا کہ تجھے تیرمی ہجرت سے کوئی  
 نفع نہیں کیونکہ تو حطب النار کی بیٹی ہے اُسے اس بات سے  
 ایذا پہنچی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آنحضرت کو غصہ  
 آیا ممبر پر تشریف فرما ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا مَا بَالُ قَوْمِ  
 يُؤْذُونَنِي فِي نَسَبِي وَذَوِي رَحْمِي فَمَنْ أَذَايَ نَسَبِي وَذَوِي  
 رَحْمِي فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ أَذَى اللَّهِ تَعَالَى ترجمہ  
 کیا حال ہے اُس قوم کا جو ایذا دیتے ہیں مجھ کو بہ سبب میرے  
 نسب اور میرے اقربا کے اور جو ایذا دیتے ہیں میرے نسب  
 اور اقربا کو وہ ایذا دیتے ہیں مجھ کو اور جو ایذا دیتے ہیں مجھے وہ  
 ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور ابن عسا کر نے حضرت علی رضی اللہ  
 عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا مَنْ أَذَى شَعْرَةً مِّنِّي فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ أَذَى  
 اللَّهُ تَعَالَى ترجمہ جو شخص میرے ایک رونگٹے کو تکلیف پہنچائے  
 تحقیق اُس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی  
 اُس نے خدا تعالیٰ کو ایذا دی۔ پس حضرت ابوطالب سے بغض کھنا



اور اُنکے باریعین سخت کلامی کرنا سونو لُخدا کو تو اُدھر ایذا دیتا ہے  
 اور حضرت ابوطالب اور جناب سونو لُخدا کی اولاد موجود ہو کہ ہر زمانہ  
 میں ایذا پہنچاتا ہے اور جناب سونو لُخدا فرما چکے ہیں کہ لَا تُؤْذُوا  
 الْأَحْيَاءَ بِسَبِّ الْأَمْثَلِ تَرْجُمَةُ تَكْلِيفُ پُہنچاؤ  
 زندون کو بہ سبب مردوں کے یعنی مردوں کی برائیوں کر کے  
 زندون کا دل نہ دکھاؤ۔ اور اس تحقیق کی تائید اس سے ہوتی  
 ہے جو علامہ برزنجی نے حضرت ابوطالب کی نجات کے باریعین  
 تحقیق و تفتیش سے لکھا ہے کہ بہت سے علماء محققین اور اولیاء  
 عارفین صاحبان کشف و کرامات حضرت ابوطالب کی نجات  
 کے قائل ہوئے ہیں از انجملہ قرطبی سبکی شعرائی اور اور بہت  
 سے ہیں اور ان سب نے یہ لکھ دیا ہے کہ یہ ہمارا اعتقاد ہے اور  
 ہم اس بات پر اللہ کے لئے ایمان لائے ہیں اور اگر انکتابت  
 اُس طریق سے نہیں ہے جس طریق سے برزنجی چلے ہیں تو بھی  
 اس بات میں برزنجی اُسے متفق ہیں کہ یہ بھی قائل نجات ہیں  
 پس ان اماموں کا قول نجات حضرت ابوطالب کے باریعین بندہ کے



لئے نزد باری تعالیٰ واجب التسلیم ہے خصوصاً اس حالت  
میں کہ جب اتنی واضح اور روشن دلیلیں جو علامہ برزنجی نے  
ثابت کی ہیں موجود اور قائم ہوں کہ مسکریں نجات کی  
دلیلوں میں سے ایک بھی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ  
وسلم نے حضرت ابو طالب کی وارث نہ جعفر کو کیا نہ علیؑ کو اور  
وجہ اسکی اختلاف میں تھا۔ برزنجی نے اسکا جواب کئی طرح  
سے دیا ہے اول تو یہ کہ میراث وفات حضرت ابیطالب تک  
فرض نہیں ہوئی تھی اور یہ معاملہ وصیت پر طے ہوا کرتا تھا  
اور حضرت ابو طالب اپنے مال کے باریعین حضرت عقیلؑ کے  
وصیت کیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اُنسے محبت بہت کرتے تھے  
وہم اگر اس قول کو تسلیم بھی کر لیں تو احتمال یہ پیدا ہوتا  
ہے کہ حضرت عقیلؑ نے وہ میراث ہی میں لیا ہوا اور جناب  
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم معاملہ حضرت ابو طالب حضرت  
عقیلؑ میں بحکم ظاہر جسے معاملات دنیا کی رو سے کفر کہتے  
ہیں خاموش ہو رہے ہوں نہ روایت میں وارد ہے کہ منجملہ



اُن آیات کے جو حضرت ابوطالب کے بارہین امی ہیں یہ بھی ہے  
 اِنَّا ارْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تَسْأَلُنَا عَنْ اَصْحَابِ الْاَحْجَادِ  
 ترجمہ تحقیق بھیجا ہے ہم نے تجھ کو حق پر خوشخبری دینے والا اور  
 ڈرانے والا اور نہ سوال کیا جائیگا تجھ سے اصحابِ جہیم کی بابت  
 یعنی تو ان کا فہمہ دار نہیں ہے۔ یہ قول مثل اُس قول کے بہت  
 ہی ضعیف ہے وہ جو کہا گیا ہے کہ یہ آیت جناب پیغمبر خدا کی  
 والدین کی شان میں امی ہے اور وہ بھی ضعیف بلکہ بیان تک  
 بیان کیا گیا ہے کہ یہ باطل ہے جسکی کوئی بھی اصل نہیں اور یہ  
 آیت یہودیوں کے بارہین نازل ہوئی ہے ابو حیان نے البحر  
 میں صاف لکھا ہے کہ اس سے پہلے کی آیتیں اور ما بعد کی ہیں  
 بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ سب کی سب یہود کے بارہین نازل  
 ہوئی ہیں اور جو قول اسکے خلاف ہے اُس سے لازم آتا ہے  
 کہ آیتوں کا سلسلہ اور جوڑ بند ٹوٹ جائے اور اُممکی خوبی جاتی  
 رہے جیسا کہ مولیٰ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں اس امر کی طرف  
 اشارہ کیا ہے علامہ برزنجی نے بہت سی حدیثیں نجات حضرت



ابوطالب پر ولالت کر نیوالی بیان کر کے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ گو  
 بعض انہن سے ضعیف ہیں مگر یہ سبب اپنی کثرت کے وہ ایک  
 دوسری تقویت کرتی ہیں اور علی الخصوص اکثر تو انہن صحیح ہیں  
 جنہن ذرا بھی ضعف کا شائبہ نہیں۔ منجملہ ان صحیح حدیثوں کے یہ  
 ہے جو ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ  
 سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلعم کو  
 حضرت ابوطالب کی وفات کی خبر دی تو آپ روئے اور ارشاد  
 فرمایا اِذْهَبْ فَغَسِّلْهُ وَكْفِنْهُ وَوَارِهِ غُفْرَانُ لَهُ وَرَحْمَةٌ  
 مِّنْ رَبِّهِ جَاؤْا نَكُوْا غَسِّلْهُ وَوَارِدُ فَن كَرُوْا اَللّٰهُ تَعَالٰی اُنْکُوْ  
 نَحْتَهُ اور انہر رحم کرے۔ اور البیہرۃ الحلیۃ میں لکھا ہے کہ اس  
 حدیث کو ابو داؤد و نسائی ابن جابر و ابن خزمہ نے بھی  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا  
 جو وقت حضرت ابوطالب کا انتقال ہوا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

مترجم کہتا ہے کہ بموجب ارشاد باری تعالیٰ لَا تَجْعَلُوْا دَعَا الرَّسُوْلِ کَدَاعِیْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا  
 مترجمہ مت اگر دانور سو لکھا کی دعا کو مثل بعض انہوں کے دعا کے کیا ہم جناب کی دعا کو جو حضرت  
 ابوطالب پر رحم کرنے اور انکی مغفرت کے لئے پڑھا ہے کی ہے سدا اللہ مستجاب ہے سمجھیں بلکہ  
 سرخیال کریں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ وَاَنْفُسِ الْمُنْکِرِیْنَ \*



انکی وفات کی خبر دی تو اپنے گریہ فرمایا پھر ارشاد کیا جاؤ انکو غسل و  
 کفن و یکر و دفن کرو واللہ تعالیٰ انکی مغفرت کرے اور انہیں اپنی رحمت  
 نازل فرمائے یہ اس کے بعد علامہ برزنجی نے لکھا ہے کہ مسلک  
 اول میں جو کچھ ہم بیان کر چکے ہیں وہ نجات کے لئے کافی و کافی  
 ہے اور ہمیں اسکی کوئی احتیاج نہیں مگر بیان مدعی کے لئے یہ تاکید فرماتا  
 ہے۔ منجملہ ان احادیث کے جو انہوں نے شفاعت کے ذکر میں  
 لکھی ہیں وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد طبرانی اور برزنجی  
 معاذ بن جبل اور ابی موسیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ  
 اَنْ وَاُولُوْاۤئِیْنَ کَہَا قَالَتْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ اِنْ رَّبِّیْ  
 خَیْرٌ لِّیْ بَیْنَ اَنْ یَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِی الْجَنَّةَ اَوْ شَفَاعَتُی فَاخْتَرْتُ  
 لَہُمُ الشَّفَاعَةَ وَ عَلِمْتُ اَنَّہَا اَوْسَعُ لَہُمْ وَ ہِیَ لِمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِکُ  
 بِاللّٰہِ شَکِیًّا تَرْجَمَہُ فَرَمَیَا جَنَابِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے کہ میرے پروردگار نے میرے پسند پر چھوڑ دین یہ دونو باتیں  
 کہ یا تو میری نصف امت داخل بہشت ہو جائے یا میں انکی شفاعت  
 کر سکوں پس میں نے شفاعت کو اس کے فائدہ کے لئے اختیار کیا کیونکہ



میں جانتا تھا کہ یہ اُنکے لئے زیادہ وسیع ہے اور شفاعت ہر شخص  
 کے لئے ہے جو اس حالت میں مرے کہ خدا ایتعالیٰ کا کسی چیز کو  
 شریک نہ گردانتا ہو۔ امام احمد ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے ابی ہریرہ  
 رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا قَالَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَخَرْتُ شَفَاعَتِي وَجَعَلْتُهَا لِمَنْ مَاتَ  
 مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا ترجمہ فرمایا جناب پیغمبر  
 نے تحقیق میں اپنی شفاعت اختیار کی اور اُسے اُن لوگوں کے  
 لئے مقرر کیا جو میری امت میں سے مرین جس حال میں کہ وہ  
 مشرک نہ ہوں اور روایت ابی یعلیٰ اور ابی نعیم میں جو انہوں  
 نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے لی ہے یہ الفاظ ہیں  
 وَهِيَ نَائِلَةٌ مِمَّا نَشَاءُ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا  
 ترجمہ اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ انہیں سے ہر ایک شخص کو  
 حاصل ہوگی جس نے اللہ تعالیٰ سے شرک نہ کیا ہوگا۔ اور عوف بن  
 مالک کی روایت میں جو انہوں نے جناب سولہ خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے روایت کی ہے سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ لَا يَلْقَاهُ عَبْدٌ



مِنْ أَمْرِ يَوْحَدَهُ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ تَرْجُمَةً فِيهِ الشَّدَتْ سُؤَالَ  
 کیا ہے کہ میری اُمت میں سے کوئی موحّد بندہ اُسکے ساتھ ایسا  
 نہ آئے کہ وہ اُسے داخل جنت نہ کرے یعنی ہر موحّد کو داخل جنت  
 کرے اور مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت  
 کی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم  
 علیہ السلام کا یہ قول تلاوت کیا فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي  
 فَإِنَّكَ غَافِرٌ رَحِيمٌ ترجمہ پس جو میری تابعداری کرے گا وہ مجھ سے  
 ہے اور جو میری نافرمانی کرے گا سو تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا  
 ہے۔ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول اِنْ تَعِدْهُمْ فَأَبَوْا  
 عِبَادُ لَكَ وَلَنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اگر تو انکو عذاب  
 تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انکی مغفرت کر دے تو تو زبردست  
 اور محکم والا ہے \* پھر آنحضرت نے دونوں ہاتھ بلند کئے  
 اور ارشاد فرمایا اُمَّتِي اُمَّتِي پھر آپ روئے تو پروردگار عالم کا  
 حکم ہوا کہ لے جبریلؑ تو ہمارے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں جا اور کہنے کہدے کہ تم کو تمہاری اُمت کے



بارہمین خوش کردین گے اور ناراض نہ کریں گے۔ اور ہزار و طہرانی  
 نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے جناب رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا  
 اَسْفَعُ لَامَتِي حَتَّى يَنَادِيَنِي رَبِّي اَرْضَيْتَ يَا مُحَمَّدٌ فَاَقُولُ اَيُّ رَبِّ  
 رَضِيتُ ترجمہ میں اپنی اُمت کے لئے شفاعت کے جاؤ  
 تاکہ منجانب پروردگار مجھے ندا آئیگی کہ اے محمد آیا تو رخصتی ہو گیا  
 اور میں عرض کروں گا کہ ہاں اے پروردگار میں رخصتی ہو گیا۔ اور  
 طہرانی نے الاوسط میں ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے  
 بسند حسن روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسالت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنِّیْ اُخِرْتُ شَفَاعَتِیْ لَامَتِیْ وَهِيَ بِالْغَةِ  
 اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ مَّاتٍ لَا یُشْرَکُ بِاللّٰهِ شَيْئًا ترجمہ تحقیق میں اپنی اُمت  
 کے لئے اپنی شفاعت اختیار کی ہے اور وہ ہر شخص کو جو پروردگار  
 سے شرک کے بغیر مرے پہنچے گی یعنی بوقت مرگ مشرک نہ ہو  
 اور مشرک نہ مرے علامہ برزنجی کہتے ہیں کہ اب ذرا ان احادیث  
 غور سے دیکھو کیونکہ یہ سب اس پر ولالت کرتی ہیں کہ شفاعت مشرک



حاصل نہو گی اور نصیح سے ثابت ہے کہ حضرت ابو طالب کو  
 شفاعت میسر آئی اور ہمیں بالیقین معلوم ہے کہ وہ نبوت بنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی تصدیق کرتے تھے اُنکو سچا جانتے تھے اور اُنکے دین کی  
 حقیقت اُنکے ذہن نشین تھی اور اسکے ظاہر کرنے کی کافی دلیلیں  
 اچھی ہیں پس سوائے اُنکی نجات کے ماننے کے چارہ نہیں اور ان  
 حدیثوں میں اور اُنہیں جو اُنکے کفر اور آتش جہنم میں داخل ہونے کے  
 باریعین پیشتر بیان ہو چکے ہیں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ اُنکے  
 کفر کا حکم احکام دنیوی کی نسبت سے اور ظاہر شریعت پر نظر کر کے  
 دیا گیا ہے اور نار جہنم میں داخل بہ سبب بعض فرائض کے ترک  
 کرنے کے ہو گا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہمیشہ آگ میں  
 رہیں گے اور نہ اس بات کی کوئی نص ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں  
 رہیں باوجود اسکے کہ استغفار کے لئے کرنے کے باریعین ہی انیکا  
 حکم بھی ہو چکا ہے مگر وہاں سے بھی یہ ثابت نہیں الحمد للہ کہ  
 (ہم نے کامل ثبوت دیدیا) باری تعالیٰ کا یہ ارشاد جو پیشتر آچکا  
 ہے کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ



ترجمہ لے رسول، تحقیق تو نہیں ہدایت کر سکتا جسے چاہے  
 لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت کر دیتا ہے۔ یہ اُنکے ایمان کی نفی  
 نہیں کرتا کیونکہ یہ تو محض اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تو اُسکو  
 ہدایت نہیں کرتا بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت کر دیتا ہے پس ہم  
 کہتے ہیں کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوطالب کو ہدایت  
 کر دی۔ پیشتر یہ بھی ذکر آچکا ہے کہ حضرت عباسؓ نے جب بنی  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوطالب کی ادائے شہادتین  
 کی خبر کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنی یہ آنحضرتؐ نے  
 ظاہر حال پر نظر کر کے فرمایا اور یہ اس امر کا مانع نہیں ہے کہ  
 پروردگار عالم اُنکے ایمان سے اپنے بنی کو مطلع کر دیا ہو اور  
 اسی سبب آنحضرتؐ نے فرمایا اَلْخَيْرُ اَرْجُوْلَهُ مِنْ رَبِّيؐ ترجمہ  
 میں حضرت ابوطالب کے لئے خداوند کریم سے ہر بہتری کا امیدوار ہوں  
 حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جناب عباسؓ نے آنحضرتؐ سے دریافت  
 کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ حضرت ابوطالب کے لئے بہتری کے مُتَیَدِّا  
 ہیں فرمایا بیشک میں اُنکے لئے اپنے رب سے ہر بہتری کا امیدوار ہوں



اس حدیث کو ابن سعد نے طبقات سند صحیح سے روایت کیا ہے اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمید بے تحقیق نہیں ہو سکتی اور نہ آنحضرت سوائے مومن کے کسی غیر کے لئے بہتر ہی کے اُمیدوار ہو سکتے ہیں اور یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ اس سے مراد تخفیف عذاب کی جائے جو اُنکے حق میں ہو گی کیونکہ وہ ایسی خوبی و بہتری نہیں ہے کہ کل الخیر سے مفہوم ہو کیونکہ تخفیف عذاب تخفیف شر ہے اور بعض شر بعض شر سے آسان تر ہے اور کل خیر کا حاصل ہونا سوائے دخولِ جنت کے دوسرے معنی نہیں رکھ سکتا بعض عارفوں کا قول ہے کہ اہل کشف کرامات کے نزدیک حضرت ابوطالب کا ایمان بہ ثبوتِ کامل ثابت ہے جس میں یہ شبہ شک کو دخل تک نہیں اور سبب اسکا شاید یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے اس امر کو بہ سبب شریعت ظاہری کے مبہم رکھا تا کہ اُن صحابہ کا طینان رہے جنکے آباؤ اجداد کافر تھے کیونکہ ایمان حضرت ابوطالب کی تصریح اُنکے سامنے بیان ہوتی جس حالت میں کہ وہ اُنکو مثل اپنے بزرگوں کے بحسب ظاہر کافر جانتے تھے تو اُنکے دل میں



نفرت پیدا ہوتی اور اُنکے سینے غصہ سے جوش مارنے لگے اور وہ یہ کہتے کہ حضرت ابوطالب مین اور ہمارے آباؤ اجداد مین کوئی فرق نہ تھا پھر یہ کیونکر ہوا کہ وہ ناجی ہو گیا اور یہ ناری اور مُعَذَّب یہ بات اُنسے تفاضلِ طبیعتِ بشری کے سبب واقع ہوتی کیونکہ طبیعتِ بشری غیر کو اپنے اوپر ترجیح دینے کو پسند نہیں کرتی جیسا کہ اسکی نظیر اُس شخص کے ذکر مین پیشتر آچکی ہے جس نے کہا تھا اَیْنَ اَبِی اور اگر حضرت ابوطالب پناہ ایمان ظاہر کر دیتے تو نصرت و حمایت بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے باری مین جو کچھ اُنکے ارادے تھے اُنسے ہاتھ دھو بیٹھتے ماورائے ان باتوں کے اللہ تعالیٰ کی سہین بسیوں حکمت مین ہونگی جنکو ہم نہیں جانتے پس ہمارا کام یہی ہے کہ امر باری تعالیٰ کو واجب التسلیم جانیں اور اُسکی حکمتوں کی اور رضا کی تابعداری و اطاعت بجا لائیں اور جناب رسولِ مختار اور اُنکے اہلبیتِ خوش کردار اور اُنکے صحابہ نیک الطوار کا کما حقہ ادب کریں اور اُنکی نسبت گمانِ نیک کھیں تاکہ اُنہیں سے کوئی صاحبِ ہم سے بروز قیامت اپنے منظمہ کا دعویٰ نہ ہو بعد ازاں



ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق رفیق کے طالب سائل ہیں (مفتی سید محمد  
 بن زینی و علان مفتی مکہ بیان لکھتے ہیں) کہ وہ خلاصہ یہ ہے جو  
 میں نے اس رسالہ کے خاتمہ میں سے جو علامہ سید محمد بن رسول برزنجی  
 نے نجات والدین جناب پیغمبر خدا کے بارے میں تالیف فرمایا تھا  
 لیا ہے اور المواہب اللدنیہ اور السیرۃ الحلبیۃ وغیرہ معتبر لپیڈ  
 کتابوں میں سے جو جو کچھ ملا وہ بھی ہمیں مندرج کر دیا ہے جو  
 علامہ برزنجی خاتمہ کے آخر میں کہتے ہیں کہ یہاں رسالہ اتمام کو  
 پہنچا ہے اور حیل وائل و یقعدۃ الحرام منہاجر بنوی کو مدینہ  
 منورہ میں جسکے ساکن پر افضل صلوٰۃ و اکمل سلام ہو میں اپنے  
 مکان میں جو فیصل شہر کے اندر کوچہ بدور میں جو مشہور کوچہ ہے  
 اس کے مسودہ کی تکمیل کر چکا تو حرم شریف کے ایک خادم کے ہاں  
 جو صاحب طریقت تھا بھیج دیا یہ شخص اور دو ظائف بہت پڑھا  
 کرتا تھا اور سالک بھی تھا نیز صلاح باطن سے آراستہ تھا میں نے  
 کتاب اسکے پاس اسلئے بھیجی کہ اسے حجرہ شریف رسول مقبول میں  
 قبضہ طہر کی پوشش کے نیچے رکھ دے کیونکہ میں نے یہ خدمت بنوی



میں بطور ہدیہ کے ارسال کی تھی کہ اگر معرض قبول میں پہنچ گئی تو  
 میں اسکی اشاعت کروں گا ورنہ اسکے نسخے پھیلنے سے پیشتر ہی ضائع  
 کروں گا پس انہوں نے اس پوشش کے نیچے رکھ دی اور وقت  
 کمال و بان رکھی رہی پھر وہ میرے پاس لائے اور مجھے بشارت  
 دی کہ درگاہ آنحضرت میں قبول ہوگئی اور آنحضرت نے ہر بات کو  
 اسکی پسند فرمایا پس میں اللہ تعالیٰ کی اس بات چہر و ثنا کی اور  
 اسے اسکی مدد سے شائع کیا فالحمد لله على ما انعموا اللهم ثم له  
 الحمد على انه كما بدأ انتم حمد الكثير اطيبتا مباركا فيه حمد ايوافى  
 نعمة ويكافى مزيدة كما ينبغي محلال وجهه وعظمة سلطانه  
 حمد يستوجب المزيد الموعود بقوله تعالى لنن شكرتم لازيدنكم  
 واكمل لصلاة والسليم على المبعوث بالقران الحكيم والموصوف  
 بالخلق العظيم المنعوت بانه بالمؤمنين رؤوف رحيم صلوة وسلاما  
 صلوة وسلاما تجازيان عناه وتوازيان عناه وعلى آله واصحابه و  
 آباءه وامهاته وازواجه وذرياته وورثة علومه وعبادته وغفر الله لنا و  
 ربنا والديننا واولادنا قلوبا وصلبا ودينا وجميع المسلمين والمسلمات ربنا اغفر لنا



وَلِيَّ خَوَاتِنِ الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ دَعَا هُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَنَحْنُ فِيهَا سَلَامٌ وَأَخْرَجُوا دَعْوَاهُمْ أَنَّ الْحَيُّ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ سید محمد بن رسول البرزنجی نے جو رسالہ نجات والدین جناب رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم کے بایں جو تالیف کیا اسکے آخر میں یہ دعا و خطبہ ہے اسکی رسالہ کے ذیل میں جو خاتمہ ہے اُس میں نجات حضرت ابوطالب عم رسول مقبول ثابت کی گئی ہے۔ مفتی مکہ مؤلف رسالہ ہذا رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس رسالہ کے مسودہ سے ۱۸ شعبان المبارک ۱۳۳۱ھ ہجری کو نعمت پائی۔ سوانح عمری مولانا السید محمد بن رسول البرزنجی آگاہ ہو کہ علامہ شیخ محمد مرادی دمشقی نے اپنی کتاب اسد الافکار اللہ رب فی دنیات اعیان اهل القرن الثانی عشر میں مؤلف رسالہ مذکور یعنی علامہ مولانا سید محمد بن رسول برزنجی کی سوانح عمری لکھی ہے جنکے نسب انتہا سیدنا امام موسی کاظم ابن الامام سیدنا جعفر الصادق ابن الامام سیدنا محمد الباقر ابن الامام سیدنا علی زین العابدین ابن الامام سیدنا الحسین السبط ابن الامام



سیدنا علی بن ابیطالبؑ سیدتنا فاطمہ الزہراء بنت سیدنا محمد  
 رسول اللہ صلی اللہ وسلم تک ہوتا ہے یہ سوانح عمری بغایت  
 عمدہ ہے اور علامہ موصوف کی کثرت علم و عمل اور قوت فکر و فہم  
 و ادراک کی بہت کچھ تعریف کی ہے نیز اس امر کی کہ وہ بحث پر  
 بہت قادر تھے اور حجتین اور ویلین اتنی قائم کر سکتے تھے کہ اکثر  
 گفتگو میں وہ اپنے دشمن و حریف و مقابل کی جھٹون پر غالب  
 آجاتے تھے اور اُلٹا اُسکی حجت کو اُسی پر حجت گردانتے جیسا کہ  
 تم نے اس رسالہ میں دیکھا اور ایسا ہی کچھ اُس کتاب میں کیا  
 ہے جکانام النواقض للروافض ہے یہ عجیب کتاب ہے کہ <sup>نفس</sup> <sup>میں</sup>  
 رو میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی کہ اکثر موقعوں پر اُنکی جھٹون کو  
 اُلٹ کر انہیں پر ثابت کیا ہے علی ہذا القیاس علامہ جموسی نے  
 اپنی کتاب نتائج میں اور فہبی نے اپنی کتاب نفحات میں اور  
 علامہ بیٹی نے شن و رہین اور عیاشی رحلت میں انکی زندگی  
 لکھی ہے اور ہر ایک نے بہت کچھ تعریف کی ہے اور سب بالاتفاق  
 لکھ دیا ہے کہ وہ مقول و منقول کے علامہ تھے اور اہل فروع و اصول



کے امام تھے اور تمام خونِ ملیہ کے جامع تھے اور ایسا پند ہو یہ  
 فوق سے پڑتے اور فضیلتیں انکی ذات پر اتنی مجتمع تھیں کہ انکا نقل  
 کر نیوالا باوجود اپنی علو ہمتی کے عاجز آجائے ظاہر و باطن خدایا  
 بہت کچھ خوف کرتے تھے اور حدودِ شرعیہ پر قائم تھے نیز سب سے  
 بھی لکھا ہے کہ نہایت اوق اور مشکل مسلات کے جواب تھوڑی  
 سی دیر میں دینے پر پورے پورے قادر تھے اور جواب ایسے  
 سہل الفاظ میں ہوتا تھا (کہ ہر شخص سمجھے) اور پھر ایسے نرم  
 الفاظ میں (کہ کیکو برانہ لگے) اور ایسے کامل اور مدلل الفاظ  
 میں (کہ مقصد پورا پورا ادا ہو جائے) اور انہیں سے بعض بھی  
 لکھ گئے ہیں کہ علامہ برزنجی علماء مجددین میں محبوب ہیں اور  
 کہنے انکی تعریف کرنے میں مجددین کے نام نظم بھی کہے ہیں چنانچہ  
 وہ کہتا ہے شعرِ حاوی عشر قد کان برزنجی ۴۰ مَجَلِّ ذَا قَا  
 شَرْطُهُ حَلٰی ۵ ترجمہ گیارہواں مجدد و بالتحقیق برزنجی تھا  
 اور شرط اسکی ظاہر ہے ۶ علامہ برزنجی رحمہ اللہ شب جمعہ ۱۲  
 ربیع الاول ۸۸۵ ہجری میں علاقہ شہر زور موضع برزنج میں



پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی اپنے والد ہی سے قرآن <sup>شریف</sup> ستر  
 پڑھا اور علم حاصل کیا پھر بہت سے شہر و نین پھرے اور وہاں  
 بڑے بڑے علماء سے علم حاصل کیا اور مدینہ منورہ کو اپنا وطن  
 قرار دیا اور اُسے صدر بنا لیا کہ درس و تدریس میں اور عجیب  
 مفید تصانیف میں مشغول رہیں اُن تصانیف میں سے بعض کا  
 تو ذکر آچکا اور بعض یہ ہیں انہار السلیل نے شرح ہمار التذیل  
 جو بیضاوی کی تصنیف ہے اور شرح الفیۃ السیوطی عن طلاعات  
 حدیث کے بار میں جس کا نام رکھا ہے المصطبہ لایضاح الفیۃ المصطلح  
 اور اختصار لکھا ہے تلخیص المفتاح کا اور متراف الصعود فی  
 تفسیر اوائل العقود والنصاوی علی صبح فاتحۃ البیضاوی اور  
 جالی الاحزان فی فضائل رمضان اور الاشاعت فی اشرط الساعۃ  
 انکے علاوہ اور بہت سی تالیفات و تصنیفات ہیں اور ایک  
 زیادہ ایک عجیب علامہ موصوف رحمۃ اللہ العالی نے میر کے  
 دن ظہر کے وقت سن ۷۳۰ھ میں اپنے مکان کو چھ فٹاشی میں  
 انتقال فرمایا اور وہ شہید ہوئے کیونکہ زہر سے مارے گئے



اور حنت البقیع میں بنات بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی پانہنی اُس قبہ  
 شریفہ کے باہر جو دختران بنی کی قبروں پر ہے قبہ کی جانب بائیں  
 قبہ مذکورہ اور قبہ سیدنا عباس اور اہلبیت رضوان اللہ علیہم  
 اجمعین دفن ہوئے اور انکی پہلو میں علامہ سید جعفر ابن سید  
 حسن برزنجی کی قبر ہے جنکا ذکر آگے آئیگا اور موضع مذکور بقیع  
 میں سادات برزنجین کا مقبرہ ہے علامہ برزنجی کی اولاد نہایت  
 مبارک ہوئی کیونکہ انہیں سے ہر ایک صاحب علم و فضل اور  
 صلاح باطن سے آراستہ ہوا اور وہ ہمیشہ مدینہ منورہ میں شافعیوں  
 مفتی رہے ہیں برزنج ملک عراق میں علاقہ شہر زور کا ایک موضع  
 ہے انکی اولاد میں سے سید عبدالکریم تھے جو جدہ میں مدفون  
 ہوئے اور مظلوم مشہور ہیں اور سبب اسکایہ تھا کہ ۳۳۳ھ میں  
 ایام شریف مبارک ابن احمد ابن زید امیر مکہ میں مابین اہل مدینہ  
 و اہل حرم فساد واقع ہوا اور ایک دو دن قتال ہوتا رہا اور فساد  
 بہت پھیلا۔ اس بات کی رپورٹ دولت عالیہ عثمانیہ کو گئی اور  
 یہ ذکر کیا گیا کہ سید مذکور اور انکے بیٹے سید حسن اور بعض اعیان



اہل مدینہ نے اس فتنہ میں لوگوں کو تحریریں ترغیب دلائی دولت علیہ  
 سے اشخاص مذکور میں سے بعض کے قتل کا حکم صادر ہوا اور بعض کو  
 معافی دی گئی مگر سید عبدالکریم مذکور اور اُن کے بیٹے سید حسن انہیں سے  
 تھے جنکے قتل کا حکم ہوا تھا مگر سید حسن رحمہ اللہ صاحب کراوات تھے  
 اور بعض نماز صبح مسجد بنو میمنہ میں درس دیا کرتے تھے جب سپاہیوں  
 نے گرفتار کرنا چاہا تو وہاں گئے کہ انہیں مسجد ہی میں گرفتار کر لیں  
 جب کہ وہ پڑھاتے ہوں مگر جب قریب پہنچے اللہ تعالیٰ نے اُن کی  
 آنکھوں کا نور کھو دیا کہ وہ اُنکی آواز سنتے تھے وہ پڑھا رہے تھے اور  
 انہیں نہ دکھائی دیتے تھے یہ پلٹ کر آئے اور اپنے افسر کو خبر دی  
 مگر وہ باز نہ آیا اُس نے اور سپاہی بھیجے وہ آئے تو سید صاحب  
 سبق پورا کر چکے تھے اور باب سلام کے راستہ سے اپنے گھر چلے  
 گئے تھے یہ وہاں گئے اور اُنکے گھر کا محاصرہ کر لیا اور انہیں سے  
 بعض گھر کے دروازہ پر دھڑناؤ پکڑ بیٹھے مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا  
 رعب اور خوف اُنکے دل میں ڈال دیا کہ گھر کے اندر گھسنے کی کئی  
 جرات نہ کی مگر جب سید صاحب موصوف کو معلوم ہوا کہ اُن



نجات سنوائے اس صورت کے کہ مدینہ منورہ سے ٹکڑا مصر پہ  
جائیں اور کسی طرح ہنہن تو انہوں نے غسل فرمایا و منو کیا اور  
دو رکعتیں ادا کیں پھر ایک مٹھی خاک لیکر باہر آئے اور وہ یہ پڑھتے  
آتے تھے شَهِتِ الْوُجُوهِ شَهِتِ الْوُجُوهِ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِ  
الْقَيُّومِ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا وہ مٹی انکے سر پر ڈال دی انہیں  
معلوم بھی ہوا پھر سامنے سے چلے گئے اور کیونہ دکھائی دئے  
نہ کوئی خبر نہی تا آنکہ وہ مصر پہنچ گئے اور یہ خبر آئی پھر وہ مصر میں  
عرصہ دراز تک رہے جامع مسجد میں رہتے تھے جہاں بہت سے  
بڑے بڑے علما اکٹھے ہو گئے تھے یہاں انہوں نے اپنی کتاب  
نقشۃ المصدا و تالیف کی اس کتاب کا نظیر فصاحت و بلاغت  
اور تصادم نقیہ اور کلمات حکیمہ میں نہیں ہے اس شادوات صوفیہ کا  
طریق اختیار کیا ہے اور جو جو کچھ رنج و الم اور فراق کے صدمے  
اور درگاہ بنومی سے دور ہونے کی مصیبتیں ان پر پڑی ہیں ان  
سب کی طرف اشارہ کرتے گئے ہیں اور اس قصبہ کی طرف بھی  
اشارہ کیا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں



بشارت دی کہ مصر کی طرف بیدھڑک ان لوگوں میں سے چلے جاؤ  
 اور ان کے سروں پر مٹی ڈال دو یہ تہین نہ دیکھیں گے چنانچہ  
 مثل اسی کے واقع ہوا جیسا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے لئے ہوا تھا جب اپنے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی پھر  
 سید حسن اسکے بعد مدینہ منورہ میں تشریف لائے مگر ان کے  
 والد رحمۃ اللہ علیہ کی قید مدینہ منورہ میں شدید تھی  
 مگر ان کے دشمنوں میں سے کینے اتنا احسان کیا کہ وہ مدینہ  
 سے نکل کر مکہ معظمہ میں آگئے اور یہاں آٹھ مہینے گزر گئے پھر  
 کہ وزیر البوکریا نے انکو گرفتار کرایا اور انکو جدہ بھیجا وہاں  
 کے قلعہ میں قید کرویا پھر انکے قتل کا حکم صادر کیا چنانچہ شب  
 ہشتم ماہ ربیع الاول ۳۸ھ میں گردن ماری گئی اور بازار جدہ  
 میں ڈال دیا گیا چنانچہ ایک دن کامل نقش اسی طرح پڑی رہی پھر  
 کسی نیک آدمی نے سفارش کی اور انکے غسل دیا اور تجہیز و تکفین  
 کر کے دفن کرویا جنازہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے خلق خدا  
 لوٹتی پڑتی تھی اور خدا ان پر رحمت وسیع نازل کرے کہ انکا



لقب مظلوم قرار پایا۔ کتاب روض الاعظمین لکھا ہے جسکی نقل  
یہ ہے کہ پھر اسکے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں وزیر مذکور کی معزولی  
حکم آگیا پس وہ آستانہ شریفہ کی طرف متوجہ ہو کے نکلا اور اپنے  
ساتھیوں کے ساتھ جدہ سے سوار ہو کر چلا۔ بعد اسکے کہ باوبان  
اٹھا کر چلے اور کچھ دور گئے تندر تیز ہوا چلی اللہ تعالیٰ نے  
انہیں غرق کر دیا اور زمین سے بہت ہی کم نے نجات پائی  
راوی کہتا ہے کہ بعض اہل علم نے اہل جدہ میں سے اور  
معتبروں سے سُنکر مجھ سے بیان کیا ہے اور انکے بیٹے حسین  
نے ایک بیٹا سید جعفر چھوڑا جنکا ایک مولود شریف مشہور ہے  
جسکا مصرع مطلع یہ ہے اِبْتَدَیَّ الْاِمْلَاءُ بِاَسْحَادِ الدَّائِیَةِ  
الْعَلِیَّةِ اور انکے بیٹے علاء الدین علی نے قصیدہ رائیہ منظوم کیا  
ہے جسکا نام جَالِیَةِ الْکَدْرِ فِیْ سَمَاءِ اصْحَابِ سَیِّدِ الْمَلَائِکِ  
وَالْبَشَرِ یہ ایک نظم ہے جس میں اہل بدر اور اہل احد کے کل نام درج  
ہیں اسکا مطلع یہ ہے بَدْرِیَّةٌ وَاَنْتَ بِرُحْمَانٍ بَهْرَ - اَحَدِیَّةٌ  
فِیْ سُرْدِهَا سِرُّ ظَهَرَ - آیت بدری برہان ظاہری سے



آخری۔ اور آیت اُحدی کے بیان میں ایک خاص بھیذ ظاہر ہو گیا  
 اور ایک بیٹے اُنکے علامہ سید محمد برزنجی تھے یہ سب سید حسن کے  
 بیٹے تھے اور سید جعفر کو رام مال اور عالم تھے لکھنؤ میں پیدا  
 ہوئے اور وہیں پیدا ہوئے تھے وہیں پرورش پائی قرآن مجید پڑھا  
 اور متعدد مشائخ سے علم حاصل کیا اور جمیع علوم عقلی و نقلی  
 میں کامیابی حاصل کر کے مدینہ منورہ میں مفتی شافعیہ مقرر ہو گئے  
 اور وہ اپنی قوم کے طریق کے سالک تھے اور اعمال صالحہ اور  
 استقامت کے پابند تھے انکی کرامات بہت مشہور ہیں از انجملہ  
 یہ ہے کہ ایک دفعہ یکایک جمعہ کے دن وہ خطبہ پڑھنے کے لئے بلوائے  
 اور اُنے یہ درخواست کی گئی کہ اپنے خطبہ میں لوگوں کے لئے پانی  
 طلب کریں کیونکہ وہ سال قحط کا تھا چنانچہ انہوں نے پانی طلب  
 کیا پس آسمان سے خوب پانی برسا گویا مشکون کے مہنے کھول دئے  
 تھے یہاں تک کہ جل تھل بھر گئے اور زمین بعد خشکی کے سرسبز ہو گئی  
 اور بارش ہفتہ بھر برابر جاری رہی جیسے جناب مولانا صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لئے رہی تھی۔ کسی فاضل نے اپنے اشعار میں یوں



مرح کی ہے سَقَى الْفَارُوقُ بِالْعَبَّاسِ قِدْمًا - وَتَحَنُّنٌ بِجَعْفَرٍ  
 عَقْبًا سُقِينَا + قَدْ أَلَوْ وَسِيلَةً لَّهُمْ وَهَذَا - وَسَيَلْتَنَا  
 أَمَامُ الْعَارِفِينَ + تَرْجَمَهُ قَدِيمُ زَمَانِهِ مِین  
 حضرت عمر فاروق نے حضرت عباس کے ذریعہ سے پانی پایا تھا  
 اور مین جعفر کے وسیلہ سے بارانِ رحمت ملی ہے + وہ اُنکے لئے  
 وسیلہ تھے اور یہ امام العارفین ہمارے لئے وسیلہ ہیں۔ منجملہ انکی  
 کرامات کے یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے وفات کے دن کی  
 خبر دیدی پس جس طرح خبر دی تھی اسی طرح واقع ہوا۔ چنانچہ  
 حضرت سید جعفر رضی اللہ عنہ نے ۴۰ شعبان ۳۱۰ھ میں وفات  
 پائی جب اُنکی عمر ۸۵ برس کی تھی اور وہ جنت البقیع میں بنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی بیٹیوں کی پائنتی دفن ہوئے شیخ عبدالقادر کدکنے  
 اُنکے مرثیہ میں چند شمار لکھے ہیں ابھی اُنکو ختم کر کے تیار نہ لکھنے  
 پائے تھے کہ سید جعفر مذکور کو اُنکی وفات کے تیرہ دن بعد خواب میں  
 دیکھا اور دریافت کیا کہ فیماذا آتد وُر یعنی تم کہاں پھرتے ہو  
 جواب میں فرمایا فی جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ یَعْلُو مَسْرَی



شاعر دیکھنے والے نے جب اسے غور سے دیکھا تو شاعر کو  
 مطلع کیا کہ یہ پورا مصرع بھی ہے اور حساب کیا تو جنت کی ت  
 کے چار سو لگانے سے پوری تاریخ بھی نکلتی ہے (اویس لوگوئیں  
 اس بار میں اختلاف ہے بعض ت کے عدد ۴ لگاتے ہیں بعض  
 چار سو) مگر یہ وزن قصیدہ و قافیہ کے بموجب مصرع کامل  
 تھا پس شاعر مذکور نے اسے تاریخ مقرر کیا اور اسی پر قصیدہ  
 ختم کر دیا یہ بھی انہی کرامات سے تھا کہ بعد اپنی وفات کے اپنی  
 وفات کی تاریخ لکھوا دی۔ سید جعفر رحمہ اللہ کی فقط ایک بیٹی  
 باقی رہی جنکی شادی انکے چچے بھائی زین بن محمد سے ہوئی  
 اور ان دونوں سے سید محمد المہادی پیدا ہوئے۔ اور سید محمد  
 مذکور کے بعد انکے بیٹے سید علامہ زین العابدین باقی رہے جنکی  
 نظم میں سے مولود شریف احوال معراج مشہور ہیں اور ان  
 دونوں کا آغاز یہ ہے بَدَا اَنْتَ بِاسْمِ الذَّاتِ عَلِيَّةِ الشَّانِ  
 اور اسکے بعد احادیث جناب سالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 منظم کر کے اپنے اشعار کو زینت بخشی ہے اہل مدینہ کے ایک گروہ



کے ساتھ جو آستانہ عالیہ سے آئے تھے سولیس مین بلک ۲۱ مین  
 مارے گئے اور سب ایک ہی جگہ دفن کئے گئے سید زین العابدین  
 کے ایک بیٹے مولانا سید اسماعیل باقی رہے یہ بڑے عالم فاضل  
 تھے اور مدینہ منورہ مثل والد ماجد و جد ماجد کے انکا وطن تھا یہی  
 اہل مدینہ کے ایک گروہ کے ساتھ ۲۳ ۲۴ مین جب ہجرت  
 حجاز پر غلبہ پایا مدینہ منورہ سے نکلے اور تقدیر انکو ملک عراق کے  
 صوبہ کروتان مین لیگی وہاں عبدالرحمن پاشا سے ملے جو خود عالم و  
 فاضل تھے اور علما سے بہت محبت رکھتا تھا وہ شخص مولانا سید  
 اسماعیل سے محبت بھی رکھتا تھا اور انکی عزت و حرمت بہت کرتا  
 تھا۔ انکو پاس عرصہ دراز تک رکھا اور اپنی بیٹی عائشہ نامی کو  
 ان سے منسوب کیا جسکے بطن سے انکے بیٹے مولانا سید جعفر اور انکے  
 بھائی سید احمد اور اور بھائی ہوئے۔ مولانا سید اسماعیل اہل ملک  
 مین نہایت عزت و شہرت سے ۵۴ برس مقیم رہے اور انکی غیبت  
 کے زمانہ مین مدینہ منورہ مین شافعیوں کا فتویٰ انکے چچے  
 بھائیوں مین سے کوئی دیتے تھے۔ ملک کروتان مین مولانا



سید جعفر اور انکے بھائی بہن پیدا ہوئے اور ۶۹۰ھ میں مولانا  
 سید اسماعیل نے اپنے وطن کی طرف آنیکا ارادہ کیا ماہ رجب سنہ  
 مذکور میں چلے اور شام کے راستہ سے مصر پہنچے اور مصر میں اپنے  
 بیٹے کو جامع الازھر میں تحصیل علم کے لئے چھوڑا چنانچہ انہوں نے  
 بڑے بڑے مشہور عالموں سے علم حاصل کیا اور انکے والد  
 دار السلطنۃ العالیہ کی طرف گئے اور مولانا سلطان عبد المجید کی  
 تعریف ایک نہایت بلند قصیدہ میں کی چنانچہ سلطان موصوفی  
 مدینہ نبویہ کے شافعیوں کے فتوے کا منصب انہیں عطا فرمایا  
 پھر مولانا سید اسماعیل مصر کی طرف لوٹ آئے اور اپنے اہل و عیال کو  
 لیکر مدینہ منورہ کی جانب کوچ کیا اور اوائل رجب ۱۲۰۰ھ کو مدینہ  
 طیبہ میں پہنچ گئے۔ فاضل اجل شیخ عبد الجلیل آفندی برادرہ نے  
 مولانا سید اسماعیل مذکور کی شان میں ایک نہایت عمدہ قصیدہ کہا  
 جس کے ایک مصرع میں انکے واپس آنے کی تاریخ لکھی ہے مطلع قصیدہ  
 مذکور کا یہ ہے ۱۔ اللّٰهُمَّ اَقْبِلْ بِالْمَسْرَةِ يَسْعُدُ ۲۔ وَلَنَا بِاتِّجَاحِ  
 الْمَطْلَبِ يَنْجُدُ ۳۔ اور تاریخ والے شعر سے پہلے ایک شعر تمہید



تایخ میں لکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے **وَاطِيبَةُ مُنْدُ عُدَّتْ قُلْتُ**  
**مَوْرَخًا** ۱۱ فی بِلِيتِ شَعْرِ بِالْمَكَّاسِ يَفْرُدُ ۱۲ قَدْ عَادَ جَارُ الرَّسُولِ  
**مُحَمَّدٍ** ۱۳ تَجَلُّلُ نَنَا وَالْعَوْدُ مِنْهُ أَحْمَدُ ۱۴ پھر ایک عرصہ کے بعد  
 وہ عہدہ مفتی سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے بیٹے مولانا سید جعفر  
 فاضل فضل کو جگہ دیدی چنانچہ مولانا سید جعفر اپنے والد کی وفات  
 سے کوئی آٹھ مہینے پیشتر ۱۵ اھ میں مقبرہ ہو گئے اور حکم تہراری  
 دارالسلطنت عالیہ سے اس امر کے لئے آگیا جبکہ عملہ آمد اس وقت  
 جاری ہے اور مولانا سید جعفر کی طرف سے انکے بھائی عالم و فاضل  
 مولانا سید احمد ابن مولانا سید اسماعیل فتوے دیتے ہیں۔ انکے  
 تیسرے بھائی سید عبدالکریم ہیں اور چوتھے سید علی تھے جو کئی سال  
 ہوئے کہ قضا کر گئے اور مولانا سید جعفر دارالسلطنت عالیہ میں  
 کئی دفعہ گئے اور پانچ سال تک صنعا کے قاضی رہے یہ قضا  
 آخر سوال ۱۶ اھ میں ختم ہو گئی پھر وہ مکہ معظمہ میں مع اپنے  
 اہل و عیال کے آگے پھر طائف گئے اور وہ اب تک مع اپنے اہل و  
 عیال کے وہیں مقیم ہیں اور یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اپنے اہل و



عیال سمیت مناسک حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف  
لوٹ آئیں۔ انکے بیٹے سید اسماعیل و سید محمد ہاشم ہیں \* انکی تابلیغ  
اعلیٰ درجہ کی ہیں از انجملہ انکی شرح ہے جگہ نام ہے کوکب الانور  
علی عقد الجواہر فی مولد النبی الازہر اور عقد الجواہر فی مولد  
النبی الازہر انکے نانا مولانا سید جعفر کی تالیف ہے  
شواہد الخفائر انہوں نے اپنے دادا سید محمد بن رسول  
برزنجی مسبوق الذکر کی کتاب جالی الاضران فی فضائل مضان پر  
لکھی ہے اور مصابیح الفرج جالی الکدر مصنف مسبوق الذکر مولوی  
سید علی ابن السید حسن کی کتاب پر لکھی ہے اور مقدم الذکر  
مولوی سید زین العابدین اپنے جد امجد کی کتاب ضوع  
الوہاج فی الاسراء والمعراج کی کتاب پر تاج الالبہاج لکھی ہے نیز  
تعمیر مسجد نبوی صلعم کی تاریخ لکھی ہے یہ مسجد مولانا السلطان  
الغلامی عبد المجید خان نے بنوائی تھی اور یہ تاریخ نہایت  
عجیب ہے اور اسکا نام ہے نزہۃ الناظرین فی عمارۃ مسجد  
سید الاولین والآخرین ایک کتاب انکی روض الاعطر فی



مناقب السید جعفر ہے اور علاوہ انکے اور بہت سی ہیں المختصر  
یہ کہ اس خاندان کے سب لوگ صاحبان علم و فضل و صلاح  
ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انکے سب سے نفع پہنچائے اور انکو خیر و  
فلاح کی توفیق دے و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ  
اجمعین و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین و للہ  
دُر القائل (شاعر اپنے دوستوں کو مخاطب کر کے مکہ معظمہ کی حشر  
الوطالب کی اور پیغمبر خدا کی تعریف کرتا ہے) شعر  
فَقَابِطُ طَلْعِ سَعْدٍ عَزَّادِيهِ ۝ وَأَمْلِيَا شَرَحَ شَوْقِي فِي مَخَانِيهِ ۝  
اُس مبارک مکان کے قریب جبکی مجلس مکرم و محترم ہے پھڑو  
اور جو ولولے شوق کے پیرے دل میں جوش زن ہیں انکو  
مشرح اُسکے مقامات میں لکھ دو۔ شعر  
وَأَسْتَقْبِلُ مَطْلَعِ الْأَنْوَارِ فِي أَفْقِ الْحُجُونِ وَأَعْتَزُّ بِأَنْ تَهْتَرَأَ فِيهِ ۝  
کوہستان حجوں کی طرف سے اس نورانی مکان میں آ جاؤ  
مگر اس بات سے ہوشیار رہنا کہ تم متحیر نہ ہو جاؤ۔

نام ہے ایک پہاڑ کا جو مکہ معظمہ کے قریب واقع ہے \*



فَغَنَّ بِهِ وَابِلُ الرِّضْوَانِ مِنْهُمْ ۖ وَنَائِثَاتُ الِهْدَى كَذَلَّتْ مُبَارِدِيَهُ ۖ  
 یہ وہ مکان ہے جہاں خوشنودی پروردگار عالم کا بیٹھنا  
 ہے اور ہدایت کے شعلے منادی مکان پر خود دلالت کرتے  
 ہیں فَقَدْ أَكْبَلُ الْأَفْرَاحِ مِنْ طَرَبٍ ۖ يَرَوِي بَدِيعَ الْمَعَانِي  
 فِي أَمَالِيهِ ۖ اے میرے دوستو ٹھیکر جاؤ کہ سرو  
 و ہجرت کی ہزار داستان فرط خوشی سے اپنی بیاض بین سے  
 عجیب عجیب معانی ادا کر رہی ہے وَاسْتَقْلَبَ الْآحَادِ بَيْتِ  
 الْعَجَائِبِ عَنْ ۖ يَجْرُ هُنَا لَكَ بَدِيعٌ فِي مَعَانِيهِ ۖ اُس بحرِ خواہ  
 معانی سے کچھ چیدہ چیدہ باتیں لکھ لو کہ حامی الذی مَارَ  
 مُجِيرَ الْجَارِ مِنْ كَرَمَتٍ ۖ مِنْهُ السَّجَايَا فَكَمْ يَفْخَرُ مُبَارِدِيَهُ ۖ  
 امانتوں اور ذمہ داریوں کا پناہ دہندہ ایسا شخص  
 جسکی خصلتیں اعلیٰ درجہ کی عمدہ ہیں اور ایسی عمدہ کہ مقابل  
 فخر نہیں کر سکتا عَمُّ النَّبِيِّ الَّذِي لَمْ يُشْنِ لَهُ حَسَدٌ ۖ  
 عَنْ نَصْرِهِ فَتَعَالَى فِي مَرَاضِيهِ ۖ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے غم نامدار وہ شخص جسکو حمد و دشمنی نے نصرت بنی سی



باز نہ رکھا بلکہ انکی رضا جوئی میں از حد سبالغہ کرتے رہے  
 ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱



کیا ہے اور آپ نے انکی تعریف کی ہے عَلَيْنَتْ بِالْحَبِّ  
 فِي طَه فَفُزْتُ بِهِ ۶ وَمَنْ يَنْلُ حُبَّ طَه فَهُوَ كَفِيٍّ سوره طہ  
 میں لفظ حب ہے آپ مراد لئے گئے ہیں اور جناب رسالت  
 کی بدولت آپ نے یہ کامیابی حاصل کی ہے اور حق بھی یہ ہے  
 کہ جس نے حب رسول حاصل کر لی سب کچھ بھریا یا۔ کہ شمت  
 آیاتِ صدقِ یُسْتَضَاءُ بِهَا ۶ وَمَلَأَ الْقُلُوبَ إِيمَانًا وَتَرَوِيهِ ۶  
 حق کی نشانیاں جن سے نور ایمان حاصل ہوا آپ نے کتنی کچھ ملایا  
 فرمایا۔ یہ نشانیاں دل کو ایمان سے معمور اور سیر کرنے والی ہیں  
 مِنَ الَّذِي فَازَ فِي الْمَاضِينَ أَجْمَعِينَ بِشَمَائِلِهِ مِنَ طَه وَبَارِئِهِ ۶  
 جو سرخروئی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور پروردگار  
 عالم سے آپ نے حاصل کی ہے سلف کے تمام بزرگوں میں سے اور کون  
 ہے جس نے یہ بات حاصل کی ہو كَفَلَتْ خَيْرَ الْوَرَى فِي  
 يَوْمِهِ شَغَفًا ۶ وَبِتَّ بِالرُّوحِ وَالْأَبْنَاءِ فَقْدِيهِ ۶ جناب  
 محمد مصطفیٰ خیر الورے کی یتیمی میں آپ نہایت محبت کے قیل ہو  
 اور راتوں کو اپنی جان اور اپنی اولاد کو ان پر نثار کرتے رہے  
 عَصْدُ تَه حِينَ عَادَتَهُ عَشِيرَتَهُ ۶ وَكُنْتَ حَاطَةً مِنْ بَغْيِ شَانِيهِ ۶



جو قوت کہ کنبہ دشمن ہو گیا تھا آپ اُنکے معاون رہے۔ اور  
سخت دشمنوں سے آپ اُنکو بچاتے رہے۔

نَصَرْتُ مَنْ لَمْ يَشْرِكْ الْكُوفُ رَاغَا الْوُجُودُ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ

آپ نے ایسے شخص کی نصرت فرمائی جس کی یہ جہان خوشبو تک

نہ سونگھتا اگر پروردگار عالم نے اُنکا اس جہان میں ہونا مقدر

نہ کیا ہوتا۔ اِنَّ الَّذِي قَمْتُ فِي تَأْيِيْدِ شَوْكَتِهِ

هُوَ الَّذِي لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ يَسْكَا وَيُحِبُّ بِالْتَحْقِيقِ جَسَدِ شَخْصِ

وہ بے اور جلال اور عظمت کی آپ نے نصرت فرمائی وہ بے نظیر

وہ بے عدیل و لاثانی ہے اِنَّ الَّذِي قَدْ اَحْبَبْتَ طَلْعَتَهُ

حَبِيبٌ مِنْ مِثْلِي شَيْءٌ فِي اَكْبَادِيهِ بَلَا شَبَّهٍ وَهُوَ شَخْصٌ حَكِي

صورت کے آپ مشتاق رہے وہ اُسکا حبیب جس کے ہاتھ

میں ساری دنیا اور اشیاء دنیا ہیں۔

لِلَّهِ دَرَكٌ مِنْ قَنَاصٍ فَوْضِيَّتِهِ ۚ مَدَّ شِمْتَ بَرَقَ الْاَمَانِ مِنْ تَوَجُّهِ

اس بات کا اجر کہ آپ نے جناب رسول خدا کی فرصت کو غنیمت

جہانا اور حبیب تیرے کی بھلیان اُنکے ارد گرد کو نہ تیری دیکھیں

کتاب نجات امی طالب  
مکتبہ اسلامیہ  
لاہور



اَلنَّصِ فَاَمْدَهُ اُخْرٰوِی اُطْحٰی اَللّٰہُ تَعَالٰی اِیْنِے فَضْل و کَرَم سے  
 عطا فرمایگا۔ یُھَنِّیْکَ فَوْزٌ لِّاِنْ قَدْ دَمَّتْ مِنْکَ یَدًا ۶  
 اِلٰی مَلِیِّ وَفِیِّ فِیْ جَوَارِیْہ ۶ اگر آپ اپنا ہاتھ بے نیاز  
 و فیاض کی ذات کے آگے پھیلا دیں گے تو آپ کو ایسی کامیابی  
 حاصل ہوگی کہ خود کامیابی آپ کو مبارک باد دیگی۔ مَنْ یُسَدِّ  
 اَحْسَنَ مَعْرُوْفٍ اَحْسَنَ مَنْ ۶ جَازِیْ یَنْلُ فَوْقَ مَا نَالَتْ اَمَانِہ ۶  
 جو شخص اس شخص سے کہ جو بدلہ دینے میں سب سے بہتر ہے اعلیٰ  
 درجہ کی نیکی کرے وہ اپنی امیدوں سے بڑھ کر اجر پائے گا  
 وَمَنْ سَعٰی لِسَعِیْدٍ فِیْ مَطْلِبِہ ۶ فَمِنْ اَلْحَوٰی بِاَنْ تُحْظَ اَمَانِہ ۶  
 اور جو شخص کسی شخص نیکی کے لئے اس کے مطالب میں کوشش  
 بلیغ کرے وہ اس لائق ٹھہرتا ہے کہ وہ اپنی آرزوؤں سے  
 فائدہ اٹھائے فَاِیَّ سَعِیْدٍ الْمَسَاعِیْ فِیْ مُتَا حَبِرہ ۶  
 قَدْ جَعَلْتُ رَجْعَکَ اِسْتَقْوٰی عَوَاذِہ ۶ اے اپنی کارروائیوں میں  
 نیک کوششیں کر نیوالے میں آپ کے در دولت پر حاضر ہوں  
 اور آپ کے حساب کرم سے سیرانی کا امیدوار۔ مُسْقَطِیْرًا



مَنْكَ مُزْنَ الْخَيْرِ مُعْتَرِفًا ۚ بَانَ عَرَسَ الْمَنَى يَنْعُ بِصَافِيَةٍ ۚ  
 آپ کے بارانِ رحمت کا امیدوار ہوں کیونکہ میری امیدوں کا  
 پورا پھل لے آیا ہے اور پھل بھی پاک کرتا رہو چکے ہیں

وَمِنْكَ مُسْتَعِظًا خَيْرَ الْأَنَامِ وَمَنْ ۚ تَكُنْ وَسِيكُنْهُ ۚ فَالْفَوْزُ يَأْتِيهِ ۚ  
 میں آپ کے توسل سے جنابِ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی ہمت  
 طالب ہوں اور جگہ وسیلہ وہ حضرت ہو جائیں اسکی کامیابی  
 یقینی ہے۔ فَيَا نَبِيَّ الْهُدَى عَظَمًا عَلَى دَفِّ الشَّوْقِ ۚ

يُدْنِيهِ ۚ وَالْأَوَّلُ أَرْتَقِيهِ ۚ لے ہدایت کے نبی اس  
 ضعیف پر مہربانی فرمائے۔ جسے شوق گھیسے لیتا ہے اور گناہ  
 دور کئے دیتے ہیں الْغَوْتُ الْغَوْتُ يَا ظُهُ فَخَذُّ بِيكِي ۚ  
 مِنْ وَرْطَةِ النَّفْسِ وَالشَّيْطَانِ وَاللَّيْلِ ۚ لے رسولِ خدا  
 فریاد ہے فریاد ہے میری امداد فرمائے اور ورطہٴ نفس اور  
 وسوسہٴ شیطانی اور غروب سے مجھکو نجات دیجئے

فَقَدْ أَحَاطَتْ بِضَعْفٍ وَهِيَ أَسْرَتْهَا ۚ إِنَّ الْأَسِيرَ لَهَا صَدَبٌ تَنْجِيهِ ۚ  
 ضنف نے مجھکو اکھیرا ہے اور میرے نفس کے لئے قید ہے



قیدی کے لئے سختی بہت ہوتی ہے اسکو نجات ملے۔

حَتَّىٰ انْقَضَىٰ الْعَمْرُ وَالْهَقَّ عَلَيْكَ وَلَوْ لَا اَحْصَلَّ عَلَى طَائِلٍ مِنْهُ اَرْجِيْهُ

عمر تمام ہونے آئی اس عمر پر وائے ہو تپیر بھی وہ فائدہ اس

نہ ملا جبکی امید تھی فلکیتنی حیث لکھ اَعْدَدَ قَرِيْبَتَهُ

ماکنت اَوْ دَعُوْهُ ذَنْبًا يُعْصِيْهِ كَاشِ يَنْفَعُ فَرَسَتْ عَمْرُكَ

غینمت نہ سمجھا ورنہ میں اپنی عمر کو گناہوں سے مملو نہ رخصت کرتا

بَلْ قَدْ تَجَاوَزْتَ فِي ظُلْمٍ فَوَاسِفًا اِذْ لَمْ اَزَلْ مِنْهُ فِي كَرْبٍ اَفَا سِيْرُهُ

آہیں شک نہیں کہ میں اپنے ظلم میں حد سے بڑھ گیا افسوس ہے

کہ اسکی تکلیف اور بیچینی میرے دل سے نہیں جاتی اور اسکی

میں برداشت بھی نہیں کر سکتا وَقَدْ تَعَلَّقْتُ فِيْ اَذْيَالِ

سَاحَتِكُمْ اَلَا هَلْ اَبْدَعْنِيْ تَنْجِيْهِ اَمِنْ اَيِّكُمْ دَامَانَ

کرم سے آچٹا ہوں اور آپکے دامان مبارک مجھ جیسے کو تو نجات ہی

دلو امین گے۔ لَوْ اَدَّخِرَ لَوْ لِدُنْيَا لَانْشَأَتْ لَهَا بَلَدٌ

لَلدُّنْيَا لَكَيْسَ لِيْ مِنْ مَّفْزَعٍ فِيْهِ اَمِنْ اَيِّكُمْ دَامَانَ

جسکو ثبات و قیام نہیں کوئی ذخیرہ نہیں کیا بلکہ اس جہاں کے لئے



کیا ہے جہین رنج والم ہے نہ جزع و فزع اِنَّ اَمْرًا اَنْتَ  
 فِيْ حَسْرَةٍ ذَخِيْرَتُهُ ۚ لَغَيْرِ طَامِعَةٍ فِيْهِ عَوَادِيْهِ  
 بالتحقیق وہ شخص جس کا ذخیرہ یوم حشر آپ ہوں وہ حشر کے  
 دن حشر کے دن کے فوائد کی طمع نہیں رکھ سکتا (یعنی جنت کا  
 خواہشمند نہیں) هَاقُلٌ ذَخْرُكَ لِلْعُقْبَى تَقُوْمُ بِهَا ۚ  
 وَمَقْعَةُ الْعَبْدِ احْسَانًا وَتَوَلِيْهِ ۚ مِثْلُ اَيْكُوْنِ عَقْبِ كَيْ لَمْ  
 اپنا ذخیرہ قرار دیا ہے۔ آپ بندہ پر احسان کریں گے اور آپ ہی  
 اسکے والی بنیں گے وَالِدَيْهِ وَاشْيَاخَا وَاخْوَتَهُ ۚ  
 وَلَسْكَهٗ وَمِنْ اِلٰهِيْمَا يَحْوِيْهِ اس کے والدین کے بزرگوں کے  
 بھائی بندوں کے اور اولاد کے اور آپ ہی بوسیلہ ایمان  
 ان سب کو چالیں گے یا احاطہ کر لیں گے۔ (وَقِيلَ اَيْضًا)  
 اِنَّ الْقُلُوْبَ لَتَنِيْ حِيْنَ تَقْعُ مَا ۚ اَبْدَى اَبُو طَالِبٍ فِيْ حَقِّ مَنْ عَظُمَا  
 حضرت ابوطالب نے اس شخص کے لئے جسکی عظمت کرتے تھے  
 جو جو کار نمایاں کئے انکی کیفیت سن سکر دل خود بخود رو دیتا  
 فَاِنْ يَكُنْ اَجْمَعُ الْاَعْلَامُ اَنْ لَّهٗ ۚ نَارًا فِلْدُوْ كُلِّ الْكُوْنِ يَفْعَلُ مَاءً



اب اگر تمام علما اس امر پر متفق ہو جاتے کہ وہ سزاوارہ جہنم ہیں  
 تو خیر و نیا خدا کی تھی اور خدا کو اختیار ہے جو چاہے کرے  
 اَمَّا اِذَا اُخْتَلَفُوا فَالرَّأْيُ اَنْ سَرِدًا مَّوَارِدًا يَرْتَضِيهَا  
 عَقْلٌ مِّنْ سَكَنًا لَّغَرِبِ اَخْتِلَافِ تَوَلَّى مَنَاسِبِ يَهْ  
 کہ ہم وہ امور بیان کریں جنہیں عقل سلیم قبول کرے تَابِعُ  
 الْمُتَّبِعِي الْاِيْمَانِ مِّنْ زُمْرٍ فِي مَعْظَمِ الدِّينِ تَابِعْنَاهُمْ فَمَا  
 ہم سارے گروہ میں سے ایمان حضرت ابوطالب کے ماننے والوں کو  
 پیرو ہوتے ہیں جس طرح کہ ہم اور ہم اموات و نینداری میں  
 انکے امور میں وہم عدول و خیارات فی مقاصد ہوا فلا  
 نَقْلُ اَقْمَرُ لَنْ يَكْلَعُوا عَظْمًا وَهْ نَصَفِ يَنْ اَوْرَاسِ  
 مقاصد میں نیکو کار ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ امور عظیمہ کو سمجھتے نہیں  
 لَا تَزِدْ رِيَهُمْ اَتَدْرِي مَنْ هُوَ اَقْمَرُ اَهُمُوعِي الدِّينِ فَتَد  
 اَضْعُوْا بِهِ زَعْمًا اَنْ كُنْ نَظَرِ حَقَارَتِ نَهْ وَيَكْهُوْ جَانَتِ هُوْ وَهْ كُونِ  
 میں وہ سرداران دین ہیں اور دین کے وکیل بن چکے ہیں  
 هُوَ السُّيُوطُ وَالسُّبُكِيُّ مَعَ نَفَرٍ كَعِدَّةِ النُّقْبَاحِ ظَا اَهْلِ حَمَا



وہ سیوطی اور سبکی مع اور اتنے آدمیوں کے ہیں جتنے حضرت  
 موسیٰ کی قوم کے نقیب تھے اور یہ ہم حامیان حضرت ابوطالب کے  
 محافظ ہیں وَاَهْلُ كَشَفٍ وَشَعْرَانِيهِ وَكَذَا الْقَرْطَبِيُّ  
 وَالسَّحَابِيُّ وَالْجُمُعِيُّ کما اور ہی طرح اہل کشف صاحبان  
 باطن اور قرطبی اور سحیمی اور اور سب جنکا ذکر و ثوق کے ساتھ اچکا  
 نقل استفتا جو شیدنا و مولانا شریف عبدالمطلب کے عہد حکومت  
 ۱۲۹۹ھ میں کیا گیا ہے کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان  
 شرع متین اس شخص کے باریہین جو اپنے آپکو طالب علم  
 سمجھتا ہے اور لوگوں کو قبر حضرت ابوطالب عم جناب سولہ خدا  
 علیہ التحیۃ و الثناء کے منہدم کرنے کی ترغیب دیتا ہے گمان اچکا  
 یہ ہے کہ خدا کے شہر مکرم و محترم میں یہ مقام ناپاک ناجائز ہے  
 اس امر کی اس نے حکام کو درخواست لکھی ہے اور خلق خدا کو بھڑا  
 اور علما کو خصوصاً وہ دکھائی ہے اور انکو حرص دلائی ہے کہ اس  
 کافر کی قبر کے منہدم کر نہیں دیر سی مذکور۔ اس نے حضرت  
 ابوطالب کے باریہین ایسا سخت لفظ (یعنی کافر) اور اور ایسے ہی



ایسے الفاظ شنیع بے وضو و کھانا استعمال کئے ہیں اتنا بھی نہ سوچا  
 کہ اسکا نتیجہ کیا ہو گا حالانکہ فرمایا گیا ہے کہ مَنْ بَعَثَ فِتْنَةً نَأِیْمًا  
 لَعَنَ اللَّهُ مَنْ أَيْقَظَ هَا۔ ترجمہ جو شخص فتنہ خوابیدہ کو  
 جگائے اللہ کی اُپر لعنت ہوتی ہے اہل سنت والجماعت  
 میں سے بہت سے بنی ہاشم میں سے بھی اور اور لوگ بھی  
 حضرت ابوطالب کی نجات کے قائل ہیں اور وہ اتباع کرتے  
 ہیں اُسکا جو کچھ اس بار یہیں وارد ہو چکا ہے اور جو کچھ بڑے بڑے  
 علماء محققین لکھ گئے ہیں اور اسی پیروی کو وہ اپنے نزدیک  
 نزد خداوند کریم حجت سمجھتے ہیں۔ علماء محققین میں سے امام  
 سبکی امام قرطبی اور امام شعرائی ہیں اللہ انپر ہمیشہ ہمیشہ اپنی  
 رحمت نازل فرماوے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے  
 حضرت ابوطالب کو زندہ کیا وہ مصطفیٰ پر ایمان لائے اور پھر  
 حالت اسلام میں وفات فرما گئے امام محقق سیحی اس قول کو  
 نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ میرا اپنا یہی عقدا ہے اور  
 اسی عقدا کی حالت میں خدا سے ملاقی ہوں گا۔ اس سے



معلوم ہوتا ہے کہ عذاب جو کچھ سمجھا جاتا ہو انکو انکے زندہ  
 کرنے سے پہلے ہو گیا ہوگا اور قیامت سے مراد انکی اپنی  
 ذاتی قیامت یعنی انکے بدن سے انکی روح کا خارج ہونا  
 ہے کیا آپکے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ ایسے بڑے بڑے  
 عالم ان نصوص شرعیہ کو جو حضرت ابو طالب کے حق میں  
 وارد ہو چکی تھیں نہ جانتے تھے پھر اس حاسد و مبغض و  
 ترغیب دہندہ نے نہ تقلید بزرگان و دیگر علما و محققین مذکورہ  
 حضرت ابو طالب کے قلع میں سکوت کیوں نہ اختیار کیا بلکہ بجائے  
 سکوت اختیار کرنے کے یہاں تک دعویٰ کر بیٹھا کہ اس بار میں  
 اجماع ہو چکا ہے یہ نہ سوچا کہ اجماع تو کیا اس میں جناب رسالت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکی اولاد اور انکے احباب کی سخت  
 اذیت و تکلیف دہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسکے الفاظ  
 مستعملہ پر جو ہمارا دعویٰ ہے خواہ اس نے انکے کچھ ہی مراد  
 لی ہو اگر وہ انکے معافی مہلی سے جاہل ہے تو یہ اسکے لئے عذر  
 ہے یا نہیں اور آیا حکام پر اللہ تعالیٰ انکی نصرت فرمائے



ایسے دشمن کی زبرد توینج واجب ہے یا نہیں حالانکہ اسے اور  
 اسکے معاونین کو سزا دینے سے سب کو عبرت ہوگی اور ان  
 حرکات سے لوگ باز آئیں گے جسے فتنے برپا ہوں اور  
 مسلمانوں کی دل آزاری ہو۔ حضرت ابوطالب کی نجات کے  
 قاتل اس شہر مبارک میں نہایت معزز و ممتاز شخص ہیں  
 اور ان کی سخت دل آزاری ہوئی ہے **بِئْسَ مَا تُوْجِرُوْا نَصْرَ اللّٰهِ**  
**بِكُمْ الْاِسْلَامَ وَاَنَا عِصَا بَیْحُکُمُ الظّٰلِمِ** **جواب اول تنقذائے**  
**شہر پورہ** **الحمد لله رب العلمین رب زدنی علماً** پروردگار  
 عالم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ **قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا**  
**الْمُوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی اِیْ عَلٰی تَبْلِیْغِ الرِّسَالَةِ** ترجمہ  
 کہہ دے اے محمد میں تبلیغ رسالت کا تم سے کوئی بدلہ  
 عوض نہیں مانگتا مگر اتنا کہ میرے اقربا سے محبت کرو یعنی میری  
 قرابت کا پاس کرو مجھ سے محبت رکھو اور میرے حق میں  
 صلہ رحمی کرو۔ یہ امر پُر نظر ہے کہ قریش میں سے کوئی تنفس الیا  
 نہیں کہ جناب رسالتا علیہ السلام سے اسکی کچھ قرابت



ہنو تو گویا آپ بزبانِ پروردگار یہ ارشاد کرتے ہیں کہ اگر تم  
 مجھ پر ایمان بھی نہ لاؤ تو بھی میری قرابت کا لہو لحاظ و پاس  
 کرو اور پھر ایمان لانے پر اذیت کتنا کچھ پاس لازم ہو گا اور خاص کر  
 قریب ترین کا اور نہ کرینو الوہیکی کیا گت بنے گی قول مترجم  
 اور مجھ پر ایدانہ دو۔ اللہ تبارک تعالیٰ شانہ پھر ارشاد فرماتا ہے  
 إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
 وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ترجمہ بالتحقیق وہ لوگ جو  
 ایدادیتے ہیں اللہ کو اور اللہ کے رسول کو لعنت ہوتی ہے  
 ان پر پروردگار عالم کی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی  
 اور تیار کیا ہے اللہ نے ان کے لئے عذاب سخت شرح  
 الشہاب ابن وحشی میں ابوالظاہر فرماتے ہیں مَنْ أَبْغَضَ  
 أَبَا طَالِبٍ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ترجمہ جو شخص حضرت  
 ابوطالب کے بغض رکھے اُس نے اللہ جل شانہ سے کفر کیا  
 یعنی وہ کافر مطلق ہے اور عروضات المفتی ابی السعود میں  
 سوال جواب میں مندرج ہے سوال ایک طالب علم کے



سامنے حدیث جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بیان  
 کی گئی تو اس نے یہ کہا کہ کیا جناب پیغمبر خدا کی سبب شین  
 سچی ہیں؟ جواب یہ طالب علم کا فرہو گیا اول تو  
 استفہام النکاری کے باعث دوسرے جناب پیغمبر خدا کو  
 جھوٹ سے متہم کرنے کے سبب درمختار میں لکھا ہے  
 جب کوئی شخص کلمہ کفر اپنی زبان سے ادا کرے مگر اس حال میں  
 کہ اُسکو اُسکے کفر کا یقین نہیں ہے تو بعض کے نزدیک  
 وہ کافر نہیں ہے اور اُسکی جہالت اُسکے لئے عذر ہو سکتی ہے  
 اور بعض کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے پھر اُسکی تہقیر کی گئی ہو  
 المختار میں لکھا ہے چاہئے کہ جن باتوں سے احتراز واجب ہے  
 اُس نے اپنی زبان کو روکے کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور روز قیامت پر  
 ایمان لائے ضرور ہے کہ اُسکے لئے کلام خیر اپنی زبان سے  
 ادا کرو یا خاموش ہو رہو اور آنحضرت فرماتے ہیں الْبَلَاءُ  
 مَوَکَلٌ بِالْمَنْطِقِ ترجمہ آفتیں زبان پر موقوف ہیں



یعنی زبان سے اگر کفر کر و جہنم کے مستحق ٹھیر و کفران نعمت کو  
 سلب نعمت کے لائق ہو۔ اور اس شخص کے برخلاف حکام کو  
 اللہ تعالیٰ انکی تائید فرمائے لازم ہے کہ اس شخص سے جو کچھ  
 صادر ہوا ہے اُسکے سبب سے جس منرا کا یہ مستحق ٹھیرے اُسکا  
 اجر اکیا جائے تاکہ اہل جرأت و فساد کو عبرت ہو اور باب  
 جرأت اور ون پر مسدود ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا  
 ہے اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَنۡ یُّقَاتِلُوْا  
 وَاللّٰهُ سُبْحٰنُهٗ تَعَالٰی وَاَعْلَمُ بِحُکْمِ جَنَابِ مُفْتٰی اَحْمَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ  
 میر غنی جو کہ معظمہ میں خفیہ کے مفتی ہیں یہ فتوے لکھا گیا  
**جواب پیکر استغفار مزبورہ** اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَصَلَّی  
 اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَالسَّالِکِیْنَ فَجَعَلَهُ بَعْدَهُ  
 اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ هِدٰیةً لِّلصَّوَابِ اَعْلَمَ رَحْمَتُكَ اللّٰهُ تَعَالٰی  
 لوگوں نے حضرت ابوطالب عم بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اہل سنت و الجماعت کا اُلَمَی  
 عدم نجات پر اتفاق ہے اور وہ اپنا مطلب کتاب



سنت کے ظاہری معنوں سے نکالتے ہیں مگر یہ دعویٰ کہ  
 اہل سنت کا عدم نجات پر اتفاق ہے پرلے درجہ کا جھوٹا دعویٰ  
 ہے کیونکہ علماء اہل سنت میں سے اکثر ایسے پائے گئے جو انکی نجات  
 کے قائل ہیں از انجملہ امام قرطبی امام سبکی اور امام شعرائی ہیں  
 جنکا ذکر سائل نے اپنے متفقہ میں کیا ہے اور میں نے یہ ذکر شرح  
 علامہ سمیحی میں بھی دیکھا جو انہوں نے شرح شیخ عبدالسلام  
 اللقانی پر لکھی ہے اور لقانی کی شرح انکے والد کے اشعار پر  
 ہے جسکا نام جوہرۃ التوحید ہے اور شفاعت کی بحث میں شاعر  
 مذکور کے اس قول کے متصل کہ وَادَّبُ شَفَاعَةُ الْمُشْفِعِ  
 یعنی شفاعت خواہ کی شفاعت واجب ہے یا ضرور ہوگی  
 میں نے امام قرطبی امام سبکی اور امام شعرائی کے قول سے یہ نقل  
 کیا ہوا پایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوطالب کو دوبارہ زندہ  
 کیا وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر حالت  
 ایمان میں دنیا سے کوچ کر گئے۔ علامہ سمیحی فرماتے ہیں کہ  
 میرا یہ عقاد ہے اور میں اسی عقاد کے ساتھ بحضور پروردگار عالم



حاضر ہونگا علامہ سحیحی نے ذیل کا نوکر شاعر کے اس قول سے پہلے  
 ہی لکھ دیا ہے کہ وَمَنْ يَخْلُقْ أَرَادَ وَعْدًا ۚ یعنی پروردگار عالم  
 جس شخص کے حق میں چاہیگا اپنا وعدہ ایفا فرمائیگا کہ ابن سعد و  
 ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت  
 کی ہے کہ انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت  
 کیا تھا کہ مَا تَرْجُو ابْنِ طَالِبٍ قَالَ كُلُّ الْخَيْرِ أَرَجُوا مِنْ رَبِّي  
 یعنی آپ حضرت ابو طالب کے بارے میں کیا امید رکھتے ہیں ارشاد  
 فرمایا کہ ہر ایک خوبی جسکی میں اپنے خدا سے امید کر سکتا ہوں  
 امام قرطبی امام سیکی امام شعرائی اور علامہ سحیحی میں سے ہر شخص  
 اکابر اہل سنت سے ہے اور ہر ایک کا قول پورے پورے  
 طور پر حجت ہو سکتا ہے ہی سب سے اُس شخص کا دعویٰ جو تمام  
 اہلسنت کو عدم نجات پر متفق بتلاتا ہے جھوٹا ہے اور یہ امر  
 پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اکابر اہلسنت میں ایسے موجود  
 ہیں جو اُن حضرت کی نجات کے قائل ہیں اور جہاں اختلاف  
 پایا جاتا ہے وہاں احتیاط لازم آجاتی ہے اور احتیاط کا قائل



مرتبہ یہ ہے کہ اُس امر کو تفویض الی اللہ کر کے سکوت اختیار کر لو  
اور سہمین غور و غوض کرنا چھوڑ دے۔ اب ہم مختصراً وہ احادیث  
بیان کرتے ہیں جو اس باریعین و اردہو می بین مگر ہم بقدر ضرورت  
بیان کریں گے اور وہ بھی نہایت ادب و خوف کے ساتھ کیونکہ  
احتیاط اعلیٰ درجہ کی پرہیزگاری ہے۔ جناب رسالتآب صلی اللہ  
علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دَعَّ مَا يَرْيُبُكَ إِلَى مَا لَا  
يَرْيُبُكَ ترجمہ جو امر تجھے شک میں ڈالے اُسے چھوڑ کر  
وہ اختیار کر لے جس میں شک نہ ہو۔ آنحضرت کا دوسرا ارشاد  
یہ ہے اَلَيْسَ وَقَدْ قِيلَ ترجمہ کیا وہ کافی نہیں ہے  
جو کہا گیا ہے یہ آنحضرت نے اُس موقع پر فرمایا تھا جب عقبہ  
بن حارث نے خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کی تھی کہ  
یا رسول اللہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور ایک  
جہش میں نے اکر یہ بیان کیا ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے  
(یعنی تم رضاعی بھائی بہن ہو) وہ عورت جھوٹی معلوم ہوتی ہے  
جناب رسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ تو کیونکر



جانتا ہے در آنحالیکہ اُسکا گمان ہے کہ اُس نے تم دونوں کو  
 دودھ پلایا ہے جالتو اپنی زوجہ کو طلاق دیدے۔ عقبہ کہتا ہے  
 کہ میں پھر آنحضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کی یا رسول اللہ  
 وہ عورت تو جہنم ہے مراد میری اس بات سے یہ تھی کہ تو عورت  
 ایک اور پھر کمینی اُسکا قول کہ میں لائق قبول ہے اُسوقت آنحضرت  
 نے ارشاد فرمایا اَلَيْسَ وَقَدْ قِيلَ کیا وہ کافی نہیں ہے  
 جو کہا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ گواہ عورت کی گواہی  
 قبول نہ ہو سکتی تھی مگر آنحضرت نے احتیاط و پرہیزگاری کی ہدایت  
 کی ہے ﴿ عَلٰیٰ هٰذَا الْقِيَاسِ جَبَلُ الْمُنْتِ كَا اِيْكَ ﴾ کہ وہ حضرت  
 ابوطالب کے دوبارہ زندہ ہونے۔ ایمان لانے اور نجات پانے کا  
 قائل ہو چکا تو احتیاط اس میں ہے کہ اُسے تعرض نہ کیا جائے اُنکی  
 توہین و تنقیص سے باز رہا جائے اور بالخصوص ایسی سخت توہین  
 جو الفاظ ناملائم و ناشائستہ میں ہو کیونکہ ہر توہین عموماً اور ایسی  
 توہین خصوصاً جناب پیغمبر خدا کو ایذا پہنچاتی ہے کیونکہ حضرت  
 ابوطالب نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پرورش کیا



وہ آپے محبت کرتے تھے اور جب آپ مبعوث ہو چکے تو  
 آپے ہر قسم کی تکلیف رفع کرتے رہے نیز اقارب جناب التہاب  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذا پہنچاتی ہے زندون کو بھی اور  
 مردون کو بھی حالانکہ پروردگار عالم اجر رسالت محبت اقربا  
 قرار دیکھا ہے کہ فرمایا ہے قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا  
 إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ **ولیمی** نے حضرت ابوسعید  
 خدری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا  
 اِشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلٰی مَنْ اَذٰلَنِیْ فِیْ قُرَابِیْ تَرْجَمَہُ  
 پروردگار عالم کا غضب اُس شخص پر بہت سخت ہو گا جو مجھ کو  
 میرے اقربا کے باعث تکلیف پہنچائے نہ طبرانی و بیہقی ادی  
 ہیں کہ ابولہب کی بیٹی جکانام سُبَّیْعَةُ تھیں اور بعض کہتے ہیں دُرَّةُ  
 تھیں مدینہ منورہ کی طرف بحالت اسلام ہجرت کر کے آئی کینے  
 اُس سے کہا کہ تجھے ہجرت سے کیا فائدہ کیونکہ تو حطب النار  
 کی بیٹی ہے۔ اس بات سے اُسے ایذا پہنچی اور اسکا جناب



پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس نے ذکر کیا۔ آنحضرت کو  
 بہت غصہ آیا آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مَا بَالُ  
 اقْوَامٍ يُؤْذَوْنَ فِي نَسَبِيَّ وَذَوِي رَحْمَتِي مَنْ اَذَا ذَوِي نَسَبِيَّ  
 وَذَوِي رَحْمَتِي فَقَدْ اَذَانِي وَمَنْ اَذَانِي فَقَدْ اَذَى اللّٰهُ تَعَالٰی  
 ترجمہ کیا حال ہو گا اس قوم کا جو میری اولاد و اقربا کے  
 بارے میں مجھ کو رنج پہنچاتے ہیں جس شخص نے میری اولاد  
 اور میرے اقربا کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے  
 مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی ابن عساکر نے  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے  
 ارشاد فرمایا مَنْ اَذَى شَعْرَةً مِّنِّيْ فَقَدْ اَذَانِي وَمَنْ اَذَانِي  
 فَقَدْ اَذَى اللّٰهُ تَعَالٰی ترجمہ جس شخص نے میرے  
 ایک رونگٹے کو بھی آزار پہنچایا اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے  
 مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی بطبرانی اور  
 امام احمد اور ترمذی نے مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اور  
 انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ



آنحضرتؐ ارشاد فرمایا لَا تُؤْذُوا الْأَحْيَاءَ يَسْبَبُ الْأَمْوَاتِ  
 ترجمہ زندوں کو مردوں کے جسبے ایذا مت پہنچاؤ۔ اور  
 اسمین ذرا شک نہیں ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کے بارے میں اقبال  
 قیحمہ والفاظ شیعہ کا استعمال کرنا اور مجالس خاصہ و عامہ  
 میں اور جہلا میں سکا زیادہ چرچا پھیلانا اولاد علی رضی اللہ عنہ  
 کے لئے جو موجود ہے باعث ایذا ہے اور جو مرچھے ہیں انکو  
 انجی قبروں میں ایذا پہنچتی ہے اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو ایذا پہنچتی ہے اور اسمین شک ہی نہیں کہ پروردگار  
 عالم یہ ارشاد فرما چکا ہے وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ  
 عَذَابٌ أَلِيمٌ ترجمہ جو لوگ رسول خدا کو ایذا پہنچاتے ہیں  
 انکے لئے عذاب الیم مقرر کیا گیا ہے دوسری جگہ ارشاد فرماتا  
 هُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا  
 وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا بالتحقیق جو لوگ ایذا دیتی  
 ہیں اللہ کو اور اللہ کے رسول کو اللہ کی انپر لعنت ہے دنیا میں  
 بھی اور آخرت میں بھی اور انکے لئے عذاب سخت مقرر کیا گیا



ہے۔ اس لحاظ سے حضرت ابوطالب کا دشمن کا فر ہے کیونکہ وہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتا ہے اور آنحضرت کی ایذا کف سے اور اُسکا فاعل اگر تائب ہو تو قتل کیا جائیگا اور مالکیوں کے نزدیک اگر تائب بھی ہو تو قتل کیا جائیگا۔ اب میں حضرت ابوطالب کی سوانح عمری میں سے کچھ حال لکھتا ہوں جس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت رکھتے تھے اور آنحضرت اُن سے کتنی محبت رکھتے تھے یہ بھی ثابت ہو گا کہ اُنکا بغض آنحضرت کو ایذا پہنچاتا ہے نیز یہ بھی کہ امام قرطبی امام سبکی امام شعرانی اور سبھی نے جو کچھ سمجھا ہے اُسکی کیسی معقول وجہ ہے حضرت ابوطالب نے آنحضرت کو عمدہ ترین طریقہ سے پرورش فرمایا ہر سلوک میں آپ آنحضرت کو اپنی اولاد پر مقدم رکھتے تھے اس کیفیت کو مفصل لکھنے میں طول ہو گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو مبعوث کیا تو قریش آنحضرت کی ایذا کے لئے آمادہ ہو گئے تو حضرت ابوطالب نے اُنکو باز رکھا اور کہا



میرا بھتیجا میری حمایت میں ہے قریش انکی حمایت کو رو نہ کرے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کھلم کھلا دعوت اسلام فرماتے  
 رہے اور جب آنحضرت کی سنادی عام ہونے لگی تو یہ امر  
 قریش پر پھر گرا۔ پھر سب جمع ہو کر حضرت ابوطالب کے  
 پاس آئے اور عمارہ ابن الولید کو ساتھ لیتے آئے اور عرض  
 کی کہ آپ اسکو بعض محمد لے لیجے کہ یہ آپکا بیٹا ہوا اور محمد کو ہمارے  
 حوالے کیجے کہ ہم قتل کر ڈالیں آپنے جواب دیا کہ اے گروہ  
 قریش تم نے میرے حق میں کیا خوب انصاف فرمایا ہے  
 کہ میں تو تمہارے بیٹے کو اسلئے لون کہ اسے پرورش کروں  
 اور تمہیں اپنا بیٹا اسلئے دیدوں کہ تم اسے قتل کرو۔ پھر  
 پیغمبر خدا سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا ۱ وَاللّٰہِ لَنَ یَّصْلُوْا  
 اِلَیْکَ بِمَجْعَرٍ حَیْثُ اَوْسَدَ فِی التُّرَآبِ دَفِیْنًا ۲ قسم بخدا  
 باوجود اپنے گروہ کے یہ تجھ تک نہ پہنچ سکیں گے تا آنکہ میں  
 زمین میں نہ گاڑ دیا جاؤں ۳ فَاَمَدَّ عِمَامَکَ مَا عَلَیْکَ غَضَاۃٌ ۴  
 وَابْشَرٰ بِذَٰلِکَ وَفَرَّ مِنْکَ عُیُوْنًا ۵ جس بات میں تیری خوشی تھی



تو اسے جاری کر۔ اور اس سے خوشی حاصل کر اور اپنی  
 آنکھیں ٹھنڈی کر و دعوتی و علمت اذکنا صحیحی و  
 لقد دعوت و کنت تترامینا تو نے مجھے مذہب حق کی طرف  
 بلایا اور میں جانتا ہوں کہ تو میرا خیر خواہ ہے اور اس میں ذرا  
 شک نہیں کہ تو صادق اور امین ہے۔

لولا الملائمة أو حذار مسببة لو جدتني سمحاً بذاک مبیناً  
 اگر بلا مت کا خیال اور و شنام سننے کا خطرہ نہ ہوتا تو تجھے  
 معلوم ہوتا کہ میں کھلم کھلا اس دعوت کو قبول کر لیتا جسوت

شیخو انی نے شرح قاضی میں حضرت ابوطالب کے اس قول پر لکھا ہے کہ عم ہنیر خدا  
 بخلاف والدین آنحضرت کا فرمے اور والدین آنحضرت مومن مرے ہیں مگر شیخ براؤمی  
 شیخ یحییٰ و غیرہ سے نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوطالب کو دوبارہ زندہ کیا حضرت  
 ابوطالب نے خدا پر ایمان لائے اور دوبارہ حالت ایمان میں انتقال کیا اور داخل جنت  
 ہوئے براؤمی کہتے ہیں کہ جو شخص آنحضرتؐ کی اولاد ان کے اصحاب اور ان کے  
 تابعین سے محبت رکھتا ہے اس کا بالضروری عقدا ہوگا اور حضرت ابوطالب کے  
 دوبارہ زندگی اور موت کا جو ذکر آچکا ہے اس نقل کو چودہ صحابیوں نے مسلم  
 مانا ہے اور یہ بات حضرت ابوطالب کی خصوصیات میں سے ہے اور ان  
 حدیثوں کی بھی نفی نہیں کرتی جو ان کے حالت کفر میں مرنے کے  
 بارے میں وارد ہوئی ہیں کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ مر گئے مگر پھر زندہ  
 ہو کر ایمان لائے۔



جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد حضرت خدیجہ بنت  
خویلد رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا اور حضرت ابوطالب نے خطبہ  
پڑھا تو حضرت ابوبکر اور ادریس و سائر قوم قریش بنی مضر موجود  
تھے حضرت ابوطالب نے اس خطبہ میں فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَنَا  
مِنْ ذُرِّيَةِ اِبْرَاهِيْمَ وَزُرْعَةِ اِسْمَاعِيْلَ وَضَعْنِيْ مُعِدًّا وَعَصِيْرًا  
مُّضَرًّا وَجَعَلَنَا حَضَنَةً يَّتِيْهِ وَسُوَاسَ حَرَمِهِ وَجَعَلَ لَنَا بَيْتًا  
مُكْرَمًا وَحَرَمًا اَمِنًا وَجَعَلَنَا الْحُكَّامَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ لَانَ ابْنُ  
اَخِيْ هَذَا مُحَمَّدٌ بِنَ عَبْدِ اللّٰهِ لَا يُؤْذَنُ بِرَحْلٍ  
اِلَّا رَجَبٍ بِهِ شَرَفًا وَنَبَلًا وَفَضْلًا وَعَقْلًا فَاِنْ  
كَانَ فِي الْمَالِ قُلٌّ فَاِنَّ الْمَالَ ظِلٌّ زَائِلٌ  
وَاَمْرٌ حَائِلٌ وَمُحَمَّدٌ مَنْ قَدْ عَرَفْتُمْ قَرَابَتَهُ  
وَقَدْ خُطِبَ خُدَّيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ  
وَبَدَلْ لَهَا مَالًا جِلَّةً وَعَاجِلَةً كَذَا وَهُوَ  
وَاللّٰهُ بَعْدُ هَذِهِ نَبَأٌ عَظِيْمٌ وَخَطَرٌ حَسِيْمٌ تَرْجُمَةٌ تَعْرِيفٌ  
اِسْمُ هَذَا نَبِيِّ بَرٍّ كَرِيْمٍ لَيْسَ فِيْهِ مَكْرٌ وَفَرِيْتٌ



ابراہیم اور اولاد اسمعیل اور نسل تعد بن عدنان اور صلب  
مصر سے پیدا کیا اور ہکوا اپنے مکان کا محافظ اور اپنے حرم کا  
نگہبان مقرر فرمایا۔ ہمارے لئے ایسا گھر قرار دیا جس کا خلق خدا حج  
کرتی ہے اور ایسی برک زمین ہکوا عطا کی جہاں مخلوق بارہی آجاتی  
اسن پاتی ہے اور لئے لے سکے ہکوا لوگوں پر حاکم بنایا۔ آمالیں  
یہ میرا بھتیجا محمد ابن عبد اللہ ہے جس کا اگر کسی شخص سے موازنہ  
و مقابلہ کیا جائے تو از روئے فضل و کمال و شرافت و نبوت  
ہی گرامی تر نکلیگا گو مال میں کم ہو مگر مال ایک ٹھلکتی پھرتی جھان  
ہے اور تغیر و تبدل ہو جائیو الا حال محمد وہی شخص ہے جس کی  
قربت جو کچھ مجھ سے ہے تم اسکو خوب جانتے ہو اس نے  
خدیجہ بنت خویلد سے شادی کر لیا ارادہ کیا ہے اور اس طرح  
سے اپنے موجودہ اور آئندہ مال کو اسکے لئے صرف کیا ہے میں  
خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمد وہ شخص ہے جس کے لئے کوئی  
خبر عظیم ہے اور کوئی بہت ہی بڑا بہرہ اور حصہ اسکے لئے ہوئیو  
ہے جب حضرت ابوطالب اپنا یہ خطبہ پورا کر چکے تو ورتہ بن



لَوْ فَلَ حَضْرَتِ خَدِیجِ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے چچیرے بھائی گفتگو کے  
 لئے کھڑے ہوئے اور یہ کہنا اَللّٰهُمَّ الَّذِیْ جَعَلَنَا کَمَا  
 ذَکَرْتَ وَفَضَّلَنَا عَلٰی مَا عَدَدْتَ فَنَحْنُ سَادَةُ الْعَرَبِ  
 وَقَادَتُهَا وَانْتُمْ اَهْلُ لَدٰلِکَ کُلُّہُمْ لَا تُنْکِرُ الْعَشِیْرَةَ فَضِیْکُمْ  
 وَلَا یُرِیْدُ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ فَخْرَکُمْ وَشَرْفَکُمْ  
 وَقَدْ رَغَبْنَا فِی الْاَوَّلِ بِحَبْلِکُمْ وَشَرَفِکُمْ فَاَشْہَدُ وَا  
 عَلٰی مَعَاشِرَ قَرِیْشٍ بِاِنِّیْ قَدْ زَوَّجْتُ  
 خَدِیجَةَ بِنْتَ خُوَیْلِدٍ مِّنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَلٰی کَذَا مَرْجَمِ  
 سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہم کو ایسا ہی  
 بنایا ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا اور جن جن کا آپ نے ذکر فرمایا  
 اُن پر ہم کو فضیلت دی ہے ہم عرب کے سردار و پیشوا ہیں اور  
 آپ ان سب فضائل کے لئے لائق ہیں کوئی قبیلہ آپ کی فضیلت کا  
 انکار نہیں کرتا اور کوئی شخص آپ کے فخر و شرف کو رد نہیں کرتا  
 ہم نے آپ کی بزرگی میں شامل ہونا چاہا ہا پس اے گروہ قریش تم میرے  
 گواہ رہنا کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبد اللہ سے



اتنے اتنے مہر پر کر دیا ورنہ ابن نوفل تو یہ کہہ کر خاموش ہو  
 اور حضرت ابو طالب نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم عم حضرت  
 خدیجہ کو بھی اپنا شریک کرو ان کا نام عمرو بن اسد تھا۔ عم خدیجہ  
 نے کہا اَشْهَدُ وَاَيُّامَ مَعَشَرَتِيْ اِلَيَّ قَدْ اُنْكَرْتُ  
 مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ يَعْنِيْ اے گروہ  
 قریش گواہ رہنا کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبد اللہ  
 سے کر دیا اس نکاح کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبول  
 کیا (یعنی آپ کے جانب سے کوئی وکیل نہ تھا) اب ذرا اس خطبہ کو  
 اور حضرت ابو طالب کے اس ذکر کو جو انہوں نے شان پیغمبر خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا اور انکی فرست کو کہ ہر بہتری پہلے  
 ہی سے جانچ لی غور سے دیکھو اور یہ بھی خیال رہے کہ یہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پندرہ برس پہلے کا ذکر ہے  
 یہ بھی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ  
 ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر  
 ہوا اور خشکالی و قحط کی شکایت کی اور کچھ اشعار پڑھے



جناب رسالتہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ممبر پر تشریف  
 لے گئے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی ابھی  
 آنحضرت دعا ہی میں مشغول تھے کہ لگین آسمان پر بجلیاں چلنے  
 اور بھڑکی دیر میں آئے لوگ مینہ کی شکایت کرتے ہوئے کیونکہ  
 وہ ڈرے کہ ڈوب نہ جائیں آنحضرت نے قسم فرمایا تا آنکہ چلیاں  
 دکھائی دیں پھر فرمایا اللہ درُابی طالب اگر وہ ہوت  
 زندہ ہوتے تو آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ہے جو بہین انکا  
 قول سناے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ نے عرض  
 کی کہ آپ انکے اس قول سے مراد لیتے ہوئے کہ وَابْقِشْ  
 یُسْتَسْقٰی الْغَمَامُ رَوْحًا ۚ اِثْنَا اَلْیَمَامِی عَصَمَہُ لِلْاَرَامِلِ  
 محمد وہ خوبصورت حسین شخص ہے جسکے روئے مبارک کے  
 طفیل سے بادلوں سے پانی طلب کیا گیا یہ یتیموں کا جائے  
 پناہ اور میوؤں کا پردہ واپس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ارشاد کیا بیشک یہ بات ایک قصیدہ طویل میں کی ہے جو  
 حضرت ابوطالب نے اس زمانہ میں تصنیف کیا تھا جب قریش



کی مصرت کو آنحضرت سے دور کرتے تھے ازاجملہ شعارِ نزل  
 بھی ہیں کَذَبْتُمْ وَاللّٰهُ نَبْرٰی مُحَمَّدًا ۙ وَلَمَّا نَطَاعِنُ دُونَكَ  
 وَنَنَا ضِلَّ ۙ خدا کی قسم تم اپنے اس قول میں جھوٹے ہو کہ  
 ہم محمدؐ سے جھگڑیں گے اور کیا ہم اُسکے ارد گرد کھڑے ہو کر  
 نیزہ بازی و تیر اندازی نہ کریں گے وَنُسَلِمُهُ حَتّٰی نَصْرَعُ  
 حَوْلَهُ ۙ وَنَذْهِلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحُلَاثِلِ ۙ اور کیا ہم محمدؐ کو یونہی ہٹا  
 حوالے کر دیں گے جیتک کہ ہم اُسکے قریبان ہو کر مارے  
 نہ جائیں اور اپنے جو روپ چون تک کو اُسکی محبت میں اس لڑائی  
 میں نہ بھول جائیں لَعَمْرٰی لَقَدْ كَلَّفْتُ وَجْداً اَبَا مُحَمَّدٍ ۙ  
 وَاحْبَبْتُهُ ۙ دَابَّ الْحَبِيبُ الْمَوَاصِلِ ۙ مجھ کو اپنی جان کی قسم  
 میں نے احمد کے بار میں سخت رنج اٹھایا ہے مگر اُس سے سچے  
 دوست اور جان نثار کی سی محبت کی ہے فَمَنْ مِّثْلُهُ  
 فِي النَّاسِ اَمْيَ مُؤَمِّلٌ ۙ اِذَا قَاسَهُ الْحَكَمُ عِنْدَ التَّقَا ضِلَّ ۙ  
 آدمیوں میں سے کوئی اُس جیسا ہے یا اس بات کا امیدوار  
 ہے کہ حکم لوگ فضیلت کے بار میں محمدؐ کے مقابلہ میں نہیں



با نچین حلیہ شید عاقل غیر طائش + یو الی  
 الہا لیس عنہ بغافل اوہ برو بار بڑ اینک اعلیٰ درجہ کا  
 دانشمند اور ضابطہ ہے اور اسکا خدا الیہ ہے کہ ایک لمحہ  
 اس سے غافل نہیں ہے از انجملہ اشعار ذیل بھی ہیں \*  
 وَقَدْ عَلِمُوا انَّ ابْنَنَا لَا مُكَدَّ بَاب + لَدَيْنَا وَلَا يَعْزِي بِقَوْلِ الْاَبَا طَل  
 وہ لوگ یہ خوب جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے کی ہمارے سامنے  
 کبھی تکذیب نہیں ہوئی اور نہ وہ کبھی جھوٹ بولا و امہ  
 فِينَا اسْحَدُ فِي اَرْوَمَةٍ + تَقَعَّرُ عَنْهَا سُوْرَةُ الْمُنْتَطَا و ل +  
 اصل یہ ہے کہ احمد کے مقابلہ میں ظالمون کے غصہ کی  
 تیزی خود بخود گھٹتی چلی جاتی ہے حَدَّيْتُ بِنَفْسِي دُونَهُ  
 وَحَمِيَّتِهِ + وَدَا قَعْتُ عَنْهُ بِاللَّحْرِ وَالْكَلاَکِلِ سِيْنِي  
 جان کو اس پر قربان کر کے معرض خطر میں رکھا اور اسکی حمایت  
 کر کے اس سے تمام آفات و تکالیف کو رفع کرتا رہا یہ قصیدہ  
 بہت لمبا چوڑا ہے اور زمین ماورائے انکے اور بھی بہت  
 اشعار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں لکھے ہیں



پھر جب حضرت ابو طالب کی وفات کا وقت قریب پہنچا  
 تو آپ نے سرداران قریش کو جمع کیا اور انہیں وہ وصیت فرمائی  
 جسے انہی پوری پوری محبت جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم باری میں ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ  
 آنحضرت کے برحق ہونے کی معرفت کامل رکھتے تھے آپ نے  
 فرمایا یا معشر قریش انتم صفوۃ اللہ من خلقہ وقلوب  
 العرب فیکم السید المطاع وفیکم المقdam الشماخ  
 والواسع الباع واعلموا انکم لم تتركوا للعرب  
 فی المناشر تصیباً الا احرزتموه ولا شرفاً الا ادرکتموه  
 فکم یذک علی الناس الفضیلة ولہم حرب الیکم  
 الوسیلة والناس لکم حرب وعلی حربکم الب  
 والی اوصیکم بتعظیم هذه البیة یعنی الکعبة  
 فان فیہا مرضاة للرب وقوام للعاش ونبأ للوطاة  
 وصلوا ارحامکم فان فی صلة الرحم منساة  
 ای فتنحة فی الاجل وزیادة فی العدد واترکوا البغی



وَالْعُقُوقَ فِيهِمَا هَلَكَتِ الْقُرُونُ قَبْلَكُمْ أَجِيبُوا الدَّاعِيَ  
وَأَعْطُوا السَّائِلَ فَإِنَّ فِيهِمَا شَرَفَ الْحَيَاتِ وَالْمَمَاتِ  
وَعَلَيْكُمْ بِصِدْقِ الْحَدِيثِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ فَإِنَّ فِيهَا  
مَحَبَّةً فِي الْخَاصِّ وَمَكْرَمَةً فِي الْعَامِّ وَأَوْصِيَكُمْ بِمُحَمَّدٍ  
خَيْرِ أَفَانَةِ الْأَمِينِ فِي قُرَيْشٍ وَالصِّدِّيقِ فِي الْعَرَبِ  
وَهُوَ الْجَامِعُ لِكُلِّ مَا أَوْصَيْتُكُمْ بِهِ وَقَدْ جَاءَ بِأَمْرٍ قَبْلَهُ الْبُخْتِ  
وَأَنْكَرَهُ اللَّسَانُ مَخَافَةَ الشَّنَانِ وَآيَمُ اللَّهِ كَأَنِّي  
أَنْظُرُ إِلَى صَعَالِيكَ الْعَرَبِ وَأَهْلِ الْأَطْرَافِ  
وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ النَّاسِ قَدْ أَجَابُوا دَعْوَتَهُ  
وَصَدَّقُوا كَلِمَتَهُ وَعَظَّمُوا أَمْرَهُ فَخَاضَ بِهِمْ فِي غَمَرَاتِ  
الْمَوْتِ فَصَارَتْ رُؤُوسَاءَ قُرَيْشٍ وَصَنَاءَ رِيْدِهِ هَا  
أَذْنَابُ أَوْدٍ وَرَهَا خِرَابٌ وَصُعْفَاءُ هَا أَرْبَابُ أَوْدٍ أَكْظَمَهُمْ  
عَلَيْهِ أَحْوَجُهُمْ إِلَيْهِ وَابْعَدَهُمْ مِنْهُ أَخْطَاهُمْ  
عِنْدَهُ قَدْ مَحَضَتْهُ الْعَرَبُ وَدَادَهَا وَأَعْطَتْهُ فَيَادَهَا  
يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ كُونُوا لَهُ وِلَاةً وَحِزْبَهُ حُمَاةً

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
وَالْجِبَالِ وَالنَّجْمِ  
وَالْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ  
وَالْمَلَائِكَةِ وَالْمُرْسَلِينَ  
وَالْحَقَّ الْمُبِينِ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
وَالْجِبَالِ وَالنَّجْمِ  
وَالْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ  
وَالْمَلَائِكَةِ وَالْمُرْسَلِينَ  
وَالْحَقَّ الْمُبِينِ



وَفِي رِوَايَةٍ دُونَكُمْ وَابْنِ أَبِي كَمٍّ كَوْنُوَالَهُ وَلاَهُ وَ  
 يَحْزِبُهُ حُمَاةٌ وَاللَّهُ لَا يَسُكُّ أَحَدُ سَبِيلِهِ إِلَّا  
 رَشَدًا وَلَا يَأْخُذُ أَحَدٌ بِهَدْيِهِ إِلَّا اسْعَدَ وَلَوْ كَانَ لِنَفْسٍ مَدَّةٌ  
 وَلَا أَجَلٌ تَأْخِيرٌ لَكَفَفَتْ عَنْهُ الْهَزَاهِرُ وَلَدَفَعَتْ عَنْهُ  
 الدَّوَاهِيَ وَقَالَ لَهُمْ مَرْثَةٌ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا سَمِعْتُمْ مِنْ مُحَمَّدٍ  
 وَمَا تَبِعْتُمْ أَمْرًا فَاطِيْعُوهُ تُرْشَدُوا وَتَرْجَمَهُ  
 اے گروہ قریش تم مخلوقات خدا میں سے برگزیدہ  
 خدا ہوا اور عرب کے دل ہو سردار قابل اطاعت اور دلاور فراخ  
 سینہ تمہیں میں سے ہوتا ہے تم جانتے ہو کہ عرب کی خوبیاں  
 میں سے تم نے کوئی ایسا حصہ نہیں چھوڑا جو تم نے جمع نہ کر لیا  
 اور کوئی ایسی بزرگی نہیں چھوڑی جو تم کو مل نہ گئی ہو وہی  
 سب سے تم لوگوں پر فضیلت رکھتے ہو اور لوگ تمہارا سلیم  
 ڈھونڈتے ہیں لوگ تمہارے لئے لڑتے ہیں اور تمہارے  
 آلات حرب ہیں۔ میں تمہیں اس مکان یعنی کعبہ کی تعظیم کی  
 وصیت کرتا ہوں کیونکہ ہمیں پروردگار عالم کی خوشنودی



روزی کا سہارا اور سامان کی دستی ہے اور صلہ رحمی اختیار  
 کرو کیونکہ صلہ رحمی میں کشائش ہے یعنی عمر کی زیادتی اور تعداد  
 نسل کی بڑھوتری۔ بغاوت و نافرمانی ترک کرو کہ ان ہی  
 دو چیزوں کے سبب تم سے پہلے بہت سے قرن ہلاک ہو چکے  
 مذہب کی دعوت کرنیوالے کی سنو اور مسائل کی حاجت پوری  
 کرو کیونکہ ان دونوں باتوں میں شرف حیات ممت ہے اور تمہیں  
 سچ بولنا اور امانت کا ادا کرنا لازم ہے کیونکہ ان دونوں کے سبب  
 خواص سے محبت پیدا ہوتی ہے اور عوام میں عزت ہوتی ہے  
 اور میں محمد کے باریعین تکو و میت نیک کرتا ہوں کیونکہ وہ  
 امین قریش ہے اور تمام عرب میں سچا اور جن باتوں کی میں تمہیں وصیت  
 کرتا ہوں وہ ان سبک جامع ہے۔ وہ ایسا امر لیکر آیا ہے جسے  
 دل تو قبول کرتا ہے۔ مگر زبان طعنوں کے ڈر سے اس سے انکار  
 کرتی ہے۔ بخدا سو گند میں گویا عرب کے فقیرون قریب جوار کے  
 باشندوں اور کمزوروں کو نے اسکی منادی قبول کر لی ہے اسکی  
 کلام کو برحق مان لیا ہے اور اس کے امر کو بزرگ سمجھ لیا ہے اور



وہ اُنکو لے کر موت کے بھنور میں کود پڑا ہے اور وہ لوگ  
قریش کے سردار بن گئے ہیں اور قریش کے سردار سے ادنیٰ  
درجہ کے ہو گئے ہیں اُن کے تو مکان تک برباد ہو گئے ہیں  
اور وہ جو زیر دست تھے زبردست بن گئے ہیں جو لوگ  
اپنے تین محمد سے بڑھکا سمجھتے تھے وہ اُسکے محتاج ہو گئے  
ہیں اور جو اُس سے بعید تھے اُس سے قریب ہو گئے اور  
نے اُس کی خالص دوستی اختیار کر لی ہے اور اپنے آپ کو  
اُس کے اختیار میں چھوڑ دیا ہے۔ اے گروہ قریش اُس کے  
دوست بن جاؤ اور اُسکے گروہ کے حامی ہو جاؤ اور ایک  
برادری میں ہے مہین اور تمہارے بھائیوں کو لازم ہے  
کہ اُس کے دوست بن جاؤ اور اُسکے گروہ کے حامی ہو جاؤ  
قسم بخدا کوئی ایسا نہیں جو اُس کی راہ چلے اور رشید نہ بنے  
یا اُسکا ہدیہ قبول کرے اور سعید نہ ہو جائے اور اگر میری زندگی  
اور ہوتی اور میری اجل میں کچھ دیر لگتی تو میں ہر قسم کی  
تکالیف و مصائب شدائد کو اُن سے دفع کرتا اور ایک دفعہ



اُنے یہ بھی کہا کہ جیتک تم محمد کی سنتے رہو گے اور اُس کے  
احکام کی پیروی کئے جاؤ گے تمہارے لئے بہتری ہی بہتری  
ہوگی لہذا اُس کی اطاعت کرو کہ رشید ہو جاؤ اور اسے دیکھو  
اور غور کرو کہ جو کچھ حضرت ابو طالب نے فرست صادق سے  
فرمایا تھا کیسا جون کا لون واقع ہوا۔ حضرت ابو طالب نے  
جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی حدیثیں  
بھی روایت کی ہیں۔ اُن میں سے کچھ حلبی نے اپنی سیرۃ  
میں لکھی ہیں کہ حضرت ابو طالب نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے  
روایت کی ہے کہ میرے بھتیجے محمد نے مجھ سے کہا اِنَّ اللّٰهَ  
اَمْرًا بِصِرْطٍ اَلَا رُحَامًا وَاَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ  
وَحْدًا وَاَنْ تَعْبُدَ مَعَهُ غَيْرًا تَرْجُوهُ بِالْحَقِيقِ اللّٰه  
بل شاہ نے مجھ کو اقربا کے ساتھ بہ نیکی پیش آنے کا حکم  
دیا ہے اور یہ کہ میں فقط خدا کی پرستش کروں اور کسی  
پرستش میں کسی غیر کو شامل نہ کروں۔ اور یہ بھی فرمایا ہے  
کہ میں نے اپنے برادر زادہ کو کہتے سنا اَشْكُرُ رَبِّيْ وَ اَكْفُرُ



تُعَذِّبُ تَرْجَمَہ شکر کرو کہ تمکو رزق ملے کفر کرو گے تو  
عذاب پاؤ گے۔ اور جب حضرت ابوطالب کا انتقال ہو چکا  
تو قریش نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اذیتیں پہنچا دیں  
جسکا حیات ابوطالب میں انہیں خود خیال تک نہ آیا تھا نوبت  
یہاں تک پہنچی کہ قریش میں سے ایک شخص نے آنحضرت کے  
سر مقدس پر مٹی پھینکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا کہ جبے حضرت ابوطالب کا انتقال ہوا ہے مجھے قریش  
سے وہ وہ بلائیں پہنچیں جو مجھ پر شاق گزرتی ہیں اور جب  
قریش کو اپنی اذیت پر آمادہ پایا تو فرمایا یا عَصَمَ مَا  
اَسْرَعَ مَا وَحَدَّثْتُ بَعْدَ ذَا اے چچا جو کچھ تمہارے بعد مجھ پر  
نازل ہوئی وہ کیا ہی جلدی نازل ہوئی۔ حضرت ابوطالب  
اور حضرت خدیجہ ایک ہی سال میں اس جہان فانی سے  
انتقال فرما گئے اسی سبب جناب پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء  
نے اس سال کا نام عام الحزن یعنی سال غم والم رکھا میں  
اس کلام کو اس سبب سے طول دیا ہے کہ آپ لوگوں کو یہ



معلوم ہو جائے کہ حضرت ابوطالب جناب سرور کائنات  
 سے کیسی محبت رکھتے تھے اور آنحضرتؐ انکے کتنے کچھ  
 شیقتہ تھے اور دوست تھے نیز آپ صاحبون پر یہ بھی روشن  
 ہو جائے کہ ائمہ علام یعنی امام قرطبی امام سبکی امام شعرانی  
 اور علامہ سیحی نے جو یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
 حضرت ابوطالب کو دوبارہ زندگی بخشے اور وہ پیغمبر خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم ایمان لا کر دنیا سے با ایمان گئے اس کی وجہ پڑی  
 معقول ہے اسی وجہ سے علامہ سیحی فرما گئے ہیں کہ میرا ہی  
 اعتقاد ہے اور میں اسی اعتقاد کے ساتھ بحضور پروردگار  
 حاضر ہوں گا اور مطابق انکے قول کے میں بھی یہی کہتا ہوں  
 کہ میرا یہ اعتقاد ہے اور میں اسی اعتقاد کے ساتھ خدا کے  
 سامنے جاؤں گا اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور  
 انکے اقربا سے محبت رکھے اُسکا یہی اعتقاد ہونا چاہئے  
 فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ اب جکا جی  
 چاہے ایمان لائے جکا جی چاہے کفر نبجائے۔ حکام پر اللہ تعالیٰ



انکے سبب دین کے بنیا و متحکم رکھے لازم و واجب ہے کہ اس  
 دشمن کو سزا سے مناسب معقول دین کہ اسکی زجر و توبیخ  
 اور دن کے لئے عبرت ہو اور لوگ ایسی ایسی بالتو نہیں جہنی  
 بڑے فتنے برپا ہونے کا احتمال ہے غور و خوض کرنا چھوڑ  
 وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَطَحْبِهِ وَسَلَّمَ  
 یہ فتویٰ بحکم جناب مفتی سید احمد بن زینی و حلان لکھا گیا  
 جو کہ معظمہ من شافعیون کے مفتی ہیں عَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَ  
 وَلِوَالِدَيْهِ وَمَشَايِخِهِ وَالْمُسْلِمِينَ اَجْمَعِينَ آمِنٌ

تمت  
 الْكَاتِبُ هِدَايَةَ الرِّسَالَةِ بِنْدَةُ سَيِّدِ مُحَمَّدٍ وَمُنَشَّئُهُ ضِيَاءُ اللّٰهِ بِيَدِهِ



# اعلان ضروری

حق کا پی ریٹ اس رسالہ کا مطبع یوسفی دہلی محفوظ ہے  
اور حق ترجمہ متبرحم کو ادا کر دیا گیا۔ علاوہ ازین بموجب  
قانون ستم ۱۸۴۷ء عیسوی کے بعد ادا کے فیصلے  
رجسٹری کے یہ رسالہ داخل نہرست رجسٹری۔  
ہو چکا ہے بنا بران خدمت میں ارباب مطالع و  
تاجران کتب کے گزارش ہے کہ ٹومی صاحب  
قصد طبع نضر مائین اور بالعوض نفع کے نقصان  
عظیم نہ اوٹھائیں ۶ برسوں ان بلائے باشند و بس۔

الج  
سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی

ذریعہ حقیقت منصفیہ میرزا



# فہرست کتب موجودہ کتب خانہ مطبعہ یوسفی دہلی

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	ذاب انتقام	۲۰	۱۴	عین الیقین	۱۰
۲	بحر الغنمہ ہر دو جلد	۵۰	۱۵	اعمال الصالحین	۶۰
۳	کاشف الرویا	۴۰	۱۶	احکام الاممہ	۲۰
۴	ارشاد العوام	۴۰	۱۷	حلیۃ العرائس	۳۰
۵	مثنوی آب نمک	۱۰	۱۸	حلیۃ المتقین	۱۲
۶	موعظہ فاخرہ	۱۰	۱۹	تذکرۃ المعصومین (اردو)	۱۰
۷	منازل الفرقان	۱۰	۲۰	ولایتی عمدہ اور کما ساجدین	۱۲
۸	یواقیت و درر	۵۰	۲۱	موجز البیان (اردو)	۱۰
۹	رسالہ استخارہ	۲۰	۲۲	رسالہ اسرار حکمت اردو	۴۰
۱۰	ریحان معراج	۳۰	۲۳	مشارق الانوار الموسوم فوائد الخاں	۸۰
۱۱	تکمیل الوضو	۱۰	۲۴	دیوان طب العرب	۵۰
۱۲	نور العیون ترجمہ ضیاء العیون	۲۰	۲۵	تفہیم الکلام فی احوال	۲۰
۱۳	مثنوی زاد آخرت	۲۰	۲۶	شائع الاسلام	۱۰



# فہرست کتب موجودہ کتب خانہ مطبع یوسفی دہلی

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	کشف الحجاب	۸	۱۴	قسم سوم و حصہ <sup>ایضاً</sup> قسم چہارم <sup>لغوی</sup>	۱۴
۲	تحفہ احمدیہ ہر جلد	۶	۱۵	تہذیب المتین فی تاریخ المیراث	۱۵
۳	جنگ صفین	عص	۱۶	قسم علی و طلحہ گندی ساحت	۱۶
۴	دو قتر نام جلد دوم مرزا دیر	۸	۱۷	غنائی سالی علی خست	۸
۵	گلہ ستہ شمر کاغذ ولایتی	عص	۱۸	تحفہ الاشعر یہ	۸
۶	اسنی المطالب کاغذ ولایتی	۸	۱۹	عناقید الجیب فی ترجمہ مفاتیح <sup>غیب</sup>	۲۰
۷	تعلیم ناصری	۱	۲۰	سفینۃ النجاة ادعیہ	۱۰
۸	دلیل المحنات	۲	۲۱	بحر الغم کاغذ خلاصہ	۱۰
۹	دلیل الوصل	۲	۲۲	نفیۃ الشہدا	۵
۱۰	یا علی مدو	۱	۲۳	معیار الہدے	۱۲
۱۱	نور العینین	۱	۲۴	نصر المؤمنین (اردو)	۱۰
۱۲	قرآن شریف مترجم تبرجہ	۳	۲۵	مفید العوام (اردو)	۴
۱۳	شیعہ مع خلاصۃ التفاسیر	۳	۲۶	آیات محکمات اردو	۶







